استبقوا الخیرات

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

خالد

ربوہ

مئی ۱۹۶۳ء

ایڈیٹر

رفیق احمد ثاقب

فی پرچہ ۵۰ پیسے   چندہ سالانہ ۵ روپے   ممالک بیرون ۱۰ شلنگ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی" (المصلح الموعود)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ خالد ربوہ

ایڈیٹر
رفیق احمد ثاقب
ایم۔ ایس سی

نائبین
• انور حسین
• لطف الرحمٰن محمود

جلد ۹ | ہجرت ۱۳۴۲ ہش | مئی سنہ ۱۹۶۳ء | شمارہ ۷

ترتیب

(سید عبدالباسط پرنٹر پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ "خالد" دارالصدر جنوبی سے شائع کیا)

افتتاحیہ

"ہے عمل میں کامیابی ......"

یہ بھی ایک بڑا المیہ ہے کہ پسماندگی اور غربت کے باوجود اہلِ وطن کی غالب اکثریت ایک غلط قسم کے احساسِ برتری کا شکار ہے۔ چہار جانب خودی اور خودداری کا چرچا ہے لیکن اسے سراسر غلط معانی پہنائے جاتے ہیں۔ عزتِ نفس کا شاید یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ انسان نکمّا ہو کر بیٹھ رہے۔ اور محنت مشقّت کے کاموں اور حلال روزی کمانے کے بعض جائز وسیلوں کو محض اس لئے اختیار نہ کرے کہ معاشرہ میں بالعموم انہیں حقیر سمجھا جاتا ہے۔ کاہلی اور بے ہمتی تو پہلے ہی ہماری طبیعتوں کا لازمہ بن چکی تھی۔ رہی سہی قوتِ عمل جھوٹی عزّت کے ان مصنوعی جذبات کی نذر ہو رہی ہے۔ دنیا ترقی کی دوڑ میں منزلیں مارتی ہوئی بہت تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہی ہے مگر ہم ابھی بہت پیچھے ہیں۔ پیچھے رہ جانا تو جرم نہ سہی لیکن آگے بڑھنے کے جذبہ کا مفقود ہونا یا اپنی خداداد قوتوں اور صلاحیتوں کو مجتمع کرتے ہوئے پورے طور پر بروئے کار نہ لانا تو یقیناً ایک سنگین جرم کی حیثیت رکھتا ہے۔

معاشرہ کی اس بہت بڑی خرابی کی اصلاح کی جانب بظاہر ہمیں کوئی مؤثر عملی قدم اٹھتا نظر نہیں آتا۔ بعض محبِ قوم حلقوں سے کچھ صدا بلند ہوتی ہے۔ اور کچھ عملی کام کرنے کی تیاریاں بھی شروع کی جاتی ہیں مگر پھر جلد ہی یہ نیک کوششیں ذاتی جھگڑوں اور سیاسیات کی ہلڑ بازیوں اور محشر خیزیوں میں دب کر رہ جاتی ہیں۔ ہاں ایک احمدی جماعت ہے جو سیاسی ہنگاموں سے پہلو بچاتے ہوئے اصلاحِ معاشرہ کی خاطر بعض مثبت اقدامات کرتی ہے۔ اس مختصر مگر فعّال جماعت کی یہ بڑی خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی زمامِ قیادت انتہائی لائق ہاتھوں میں سونپی جنہوں نے ہر دور میں اس کی نہایت کامیاب راہنمائی فرمائی۔ مثال کے طور پر اسی معاشرتی خرابی کو لے لیجئے۔ جماعتِ احمدیہ کے موجودہ امام ایدہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی دوررس نگاہ سے بھانپتے ہوئے ایک زمانہ قبل ہی بات کی نشاندہی فرما دی تھی اور اس کی روک تھام کی خاطر بعض عملی تدابیر بھی اختیار فرمائیں۔ اسی سلسلہ میں آپ نے ایک خاص تحریک "وقارِ عمل" کے نام سے جاری فرمائی اور اسے جماعت کے نوجوانوں کی تنظیم ——— مجلس خدام الاحمدیہ ——— کی ایک نہایت اہم شق قرار دیا اور اس کے لئے مجلس کے بنیادی انتظامی ڈھانچہ میں ایک علیحدہ شعبہ قائم کرنے کا حکم فرمایا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس شعبہ کے تحت نہایت قابلِ قدر کام سرانجام دیا جاتا رہا ہے۔ جو وقتاً فوقتاً ہمارے سامنے آتا رہتا ہے۔

"وقارِعمل" کے سلسلہ میں حضور نے خدام الاحمدیہ کے لئے جو راہِ عمل متعین فرمائی ہے اس میں مندرجہ ذیل خصائص سنگ میل کا حکم رکھتے ہیں:۔

- خدام میں جھوٹی عزت کے جذبات جگہ نہ پا سکیں۔
- کسی بھی جائز کام کو حقیر نہ سمجھیں۔
- بیکار یا سست ہرگز نہ رہیں۔
- اپنے زائد اوقات کو صحیح طور پر خرچ کریں۔
- مخلوقِ خدا کی بے لوث خدمت کو فخر جانیں اور اسے عار نہ سمجھیں۔

خدام الاحمدیہ کو چاہیئے کہ "وقارِعمل" کا پروگرام بناتے وقت ان خصائص کو خاص طور پر مدنظر رکھیں تا کہ اس کی اہمیت اور افادیت کے نقوش واضح طور پر لوحِ قلب پر جگہ پائیں! اور وقارِعمل کی صحیح روح ہمارے نوجوانوں میں موجود رہے۔ اس سلسلہ میں ہم سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کا ایک مختصر مگر جامع ارشاد بھی خود حضور کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں تا یہ ہمارے لئے مشعلِ راہ کا کام دے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"کسی جماعت کا یہ خیال کرنا کہ اس کے بعض افراد گندے ہیں اور بعض اچھے ہیں ایسا ذلیل خیال ہے کہ اس سے زیادہ ذلیل اور نہیں ہو سکتا۔ اگر واقعی کسی کے اندر گند ہے تو اس کی اصلاح کرنی چاہیئے لیکن اگر وہ اچھے ہیں تو ان سے نفرت کرنا اپنے اوپر اور اپنی قوم پر ظلم ہے۔ چونکہ اپنے طور پر ہاتھ سے کام کرنے کی نگرانی نہیں ہو سکتی اس لئے میں نے یہ تحریک کی تھی کہ قومی طور پر یہ کام کیا جائے۔ اور سڑکیں بنائی جائیں۔ اور نالیاں درست کی جائیں تا نگرانی ہو اور دوسروں کو بھی تحریک ہو۔ اس کے سوا بھی اس میں کئی فائدے ہیں۔ مثلاً جس قوم میں یہ عادت ہو جائے اس کی اقتصادی حالت اچھی ہو جائے گی۔ اس سے سوال کی عادت دور ہو جائے گی۔ اس کے افراد میں سستی نہیں پیدا ہو گی۔ پھر جن لوگوں کی اقتصادی حالت اچھی ہو گی وہ چندے بھی زیادہ دے سکیں گے۔ بچوں کو تعلیم دلا سکیں گے اور اس طرح ان کی اخلاقی حالت درست ہو گی تو اس کے اور بھی بہت سے فوائد ہیں مگر سب سے اہم امر یہ ہے کہ اس سے مذہب کو تقویت ہوتی ہے اور دنیا سے غلامی مٹتی ہے۔ جب تک دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جن کو ہاتھ سے کام کرنے کی عادت نہیں وہ کوشش کریں گے کہ ایسے لوگ دنیا میں موجود رہیں جو ان کی خدمت کرتے رہیں اور دنیا ترقی نہ کرے۔"

جیسا کہ حضور کے اس مختصر بیان سے ظاہر ہے اجتماعی "وقارِعمل" دراصل انفرادی طور پر "وقارِعمل" کا جذبہ پیدا کرنے کیلئے بطور مشق کروائے جاتے ہیں۔ پس کوشش کرنی چاہیئے کہ ان میں بلالحاظ مرتبہ ہر خادم کو شامل کیا جائے۔ ابھی حال ہی میں حکومت پاکستان کے مقرر کردہ قومی تعلیمی کمیشن کی جو رپورٹ شائع ہوئی اس میں بھی یہ محسوس کیا گیا کہ ملک کے تعلیمیافتہ نوجوانوں میں ہاتھ سے

کام کرنے کا رجحان نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ اس رپورٹ کے مصنفین لکھتے ہیں:-

"اس بات کی ضرورت ہے کہ ہاتھ سے کام کرنے کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنے اور اسے عوام کے خاص طبقے سے مخصوص کرنے کے رجحان کا تدارک کیا جائے ..... ہاتھ سے کام کرنے کو معزز اور اہم ضرورت کے طور پر تسلیم کرنے کے لئے کالجوں اور سکولوں کو پیشہ ورانہ اور تکنیکی میدان میں دلکش مواقع فراہم کرنے چاہئیں۔ اور طلبہ کو ایسے مختلف النوع اور متعلق پیشوں کا متوازن اور معقول ادراک ہونا چاہیئے جن سے قومی ترقی وابستہ ہے۔"

(رپورٹ قومی تعلیمی کمیشن صـ ۲۴۳)

پس یہ بہت ضروری ہے کہ نوجوانوں میں ابتداء سے ہی 'وقارِ عمل' کی اصل روح پیدا کی جائے۔ سکول اور کالج کے ایام میں ہی کردار کی تشکیل ہوتی ہے۔ اسی لئے کمیشن نے اس دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا ہے۔ اور سکولوں اور کالجوں کے طلبہ کو اس میدان میں نیک نمونہ پیش کرنے کے مواقع دینے کی سفارش کی ہے۔ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ اس سے بہت پہلے ہی خدام الاحمدیہ کو انہی خطوط پر چلانے کے لئے لائحہ عمل تجویز فرما چکے ہیں۔ اور اپنے پاکیزہ نمونہ سے نوجوانوں کے جذبۂ اشتیاق کو فزوں کر چکے ہیں۔ دیکھنے والے قادیان کے وسیع پیمانے پر ہونے والے اجتماعی وقارِ عمل کے وہ ایمان افروز اور ولولہ انگیز نظارے ہرگز نہیں بھول سکتے۔ جب ہمارے پیارے امام ہمام ایدہ اللہ اپنے دستِ مبارک سے مٹی کی ٹوکریاں بھر بھر کو بڑی مستعدی سے ڈھو رہے ہوتے تھے ——— آپ کا یہ عمل دراصل سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع میں ہی تھا۔ کیونکہ وقارِ عمل کا سب سے عمدہ نمونہ پیش کرنے والی شخصیت اسی فخرِ موجودات سرورِ کائنات کی ذاتِ گرامی تھی جو ضرورت پڑنے پر ہر قسم کا کام خود اپنے ہاتھ سے کر لیا کرتی تھی۔

پس ہمارا یہ فرض ہے کہ جس بزرگ و برتر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غلامی کی طرف اپنے آپ کو ہم منسوب کرتے ہیں اس کی سنت پر سچے دل سے عمل کرنے کی بھی کوشش کریں۔ کیونکہ اسی میں ہماری قومی و انفرادی فلاح و بہبود کا راز مضمر ہے۔

تحریکِ "وقارِ عمل" کے تحت جو عظیم کارنامے انجام دیئے گئے ہیں ان کا مکمل احاطہ کرنا تو مشکل ہے نمونۃً صرف ایک مثال عرض ہے۔ کراچی میں مارٹن روڈ اور گولیمار کے علاقوں میں مجلس خدام الاحمدیہ جو دو رفاہی شفاخانے کامیابی سے چلا رہی ہے ان کی عمارتیں مکمل طور پر جوش رضاکارانہ عمل اجتماعی کی رہینِ منت ہیں۔ جنہیں دیکھ کر کوئی بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ علامہ نیاز فتحپوری ان مراکز کو دیکھ کر اپنے تاثرات کا اظہار یوں فرماتے ہیں:- "مارٹن روڈ اور گولیمار کے دونوں شفاخانے جنہیں خدام جماعت احمدیہ نے واقعتاً اپنے ہاتھوں سے تعمیر کیا ہے جذبۂ خیر، جوشِ عمل اور جسم و روح کی بیداریوں کی ایسی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں جن سے غضِ بصر ممکن نہیں۔ جس جماعت کی تعمیر اس "بنیان مرصوص" پر قائم ہو وہ کبھی فنا نہیں ہو سکتی"

معارف القرآن

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ○ ع

(سبا ۲۹-۳۱)

اور ہم نے تجھے تمام بنی نوع انسان[۱] کی طرف (جن میں سے ایک بھی تیرے حلقۂ رسالت سے باہر نہ رہے) ایسا رسول بنا کر بھیجا ہے جو (مومنوں کو) خوشخبری دیتا ہے اور (کافروں کو) ہوشیار کرتا ہے۔ لیکن انسانوں میں سے اکثر اس حقیقت سے واقف نہیں۔ اور وہ (جوش میں آکر) کہدیتے ہیں یہ (ساری دنیا تک رسالت کا پیغام دینے کا) وعدہ اگر تم سچے ہو کب پورا ہوگا؟ تو کہدے کہ تمہارے لئے ایک دن[۲] کی میعاد مقرر ہے نہ تو تم اس سے ایک گھڑی پیچھے رہ سکو گے نہ ایک گھڑی آگے بڑھ سکو گے۔

تشریح:-

۱؎ یہاں کَآفَّةً لِّلنَّاسِ کے الفاظ ہیں اور کَفَّ الشَّیْءَ کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ کسی چیز کو اس طرح جمع کیا جائے کہ اس کا کوئی حصہ باہر نہ رہے (اقرب) یہ آیت اس بات کا زبردست ثبوت ہے کہ یہودی ہو یا عیسائی یا اور کسی مذہب کا اور خواہ قیامت تک کسی بھی صدی میں پیدا ہونے والا ہو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے ماتحت ہے۔ ایسا کوئی دعویٰ نہ تورات میں ہے نہ انجیل میں نہ ویدوں میں۔ بلا استثناء سب مذاہب کی طرف اور سب زمانوں کی طرف اور سب قوموں کی طرف مبعوث ہونے کا دعویٰ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جو اس آیت سے ثابت ہے۔ پہلے نبیوں نے جو دعوے کئے ہیں کسی نبی کا ایسا وسیع اور مکمل دعویٰ نہیں۔ پس جب وہ خود ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی شکست تسلیم کرتے ہیں تو ان کی امتوں کے لئے مسلمانوں سے ٹکرانے کی دلیل ہی کیا رہ جاتی ہے؟

۲؎ ایک دن سے مراد ایک ہزار سال ہے۔ یعنی اسلام کی ترقی کے پہلے تین سو سال حدیث کے مطابق ملا کر تیرھویں صدی ہجری تک یہ وعدہ چلے گا۔ اور تیرھویں صدی کے بعد جب ہزار سال پورا ہو جائے گا یعنی اصطلاحاً ایک دن۔ تو اسلام کی ترقی کا زمانہ آجائے گا۔

(تفسیر صغیر)

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ ایمان کی حلاوت

انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین خصلتیں ایسی ہیں جس میں ہوں وہ ایمان کی حلاوت پاتا ہے۔ اوّل یہ کہ اللہ اور اسکے رسولؐ کے ساتھ اس کی محبت سب سے بڑھ کر ہو۔ دوسرے کسی نیک مرد سے محض اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت ہو تیسرے یہ کہ کفر سے نجات پانے کے بعد پھر اس کی طرف لوٹنا اُسے بہت ہی بُرا معلوم ہو۔ (بخاری)

۲۔ سات اشخاص خدا تعالیٰ کے سایہ میں

ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات اشخاص ہیں جن کو خدا تعالیٰ اپنے سایہ میں رکھے گا جس دن کہ اس کے سایہ کے سوا کہیں سایہ نہ ہوگا۔ (۱) عادل حاکم (۲) ایسا جوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہے (۳) وہ مرد جس کا دل مسجدوں میں لگے (۴) ایسے شخص جو اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت رکھیں (۵) وہ مرد جسے کوئی مالدار، عزت والی، خوبصورت عورت بُرائی کی تحریک کرے اور وہ جواب دے کہ مَیں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (۶) وہ شخص جس نے خیرات کی اور اسے پوشیدہ رکھا۔ (۷) وہ آدمی جو تنہا کسی مکان میں خدا کی یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئیں۔

(مسلم)

۳۔ نماز۔ باعث مغفرت

انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ مجھ سے ایسا گناہ سرزد ہوا ہے کہ تعزیر کا مستحق ہو گیا ہوں۔ پس آپ مجھ پر حد قائم کیجئے۔ اتنے میں نماز کا وقت آ گیا اور اس نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز کے بعد پھر اس نے یہی عرض کیا۔ حضورؐ نے فرمایا ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے یا نہیں؟ اس نے کہا پڑھی ہے۔ فرمایا بس تیری مغفرت ہو گئی۔ (بخاری)

۴۔ قاتل و مقتول دونوں بہشت میں

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ دو آدمیوں کے حال پر ہنستا ہے کہ ایک نے دوسرے کو قتل کیا لیکن دونوں ہی جنت میں داخل ہوتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ ایک نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑائی کی اور قتل کیا گیا۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے قاتل کو توبہ کی توفیق بخشی اور وہ بھی مسلمان ہو کر شہید ہوا۔ (بخاری و مسلم)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے

جو ہماری تعلیم کو دستور العمل قرار دیتا ہے!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"ہماری جماعت کو خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہونا چاہیئے اور ان کو شکر کرنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو یونہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ اُن کی ایمانی قوتوں کو یقین کے درجہ تک بڑھانے کے واسطے اپنی قدرت کے صدہا نشان دکھائے ہیں۔ کیا کوئی تم میں سے ایسا بھی ہے جو یہ کہہ سکے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا؟ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ایک بھی ایسا نہیں جس کو ہماری صحبت میں رہنے کا موقعہ ملا ہو اور اس نے خدا تعالیٰ کا تازہ بتازہ نشان اپنی آنکھ سے نہ دیکھا ہو۔

ہماری جماعت کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ ان کا ایمان بڑھے۔ خدا تعالیٰ پر سچا یقین اور معرفت پیدا ہو۔ نیک اعمال میں سستی اور کسل نہ ہو۔ کیونکہ اگر سستی ہو تو پھر وضو کرنا بھی ایک مصیبت معلوم ہوتی ہے چہ جائیکہ وہ تہجد پڑھے۔ اگر اعمالِ صالحہ کی قوت پیدا نہ ہو اور مسابقت الی الخیرات کے لئے جوش نہ ہو تو پھر ہمارے ساتھ تعلق پیدا کرنا بے فائدہ ہے۔ ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری تعلیم کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اپنی ہمت اور کوشش کے موافق اس پر عمل کرتا ہے لیکن جو محض نام رکھا کر تعلیم کے موافق عمل نہیں کرتا وہ یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو ایک خاص جماعت بنانے کا ارادہ کیا ہے۔ اور کوئی آدمی جو در اصل اس جماعت میں نہیں ہے محض نام لکھانے سے جماعت میں نہیں رہ سکتا۔ اس پر کوئی نہ کوئی وقت ایسا آجائیگا کہ وہ الگ ہو جائے گا۔ اسی لئے جہاں تک ہو سکے اپنے اعمال کو اس تعلیم کے ماتحت کرو جو دی جاتی ہے۔"

(الحکم ۲۴ مارچ ۱۹۰۳ء)

تبرکات

یہ مکتوب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے دسمبر سنہ ۱۹۰۹ء میں مکرم فقیر اللہ صاحب طالب علم علیگڑھ یونیورسٹی کے نام رقم فرمایا تھا۔ یہ مختصر گرامی نامہ آپ کے علمی ذوق کا آئینہ دار ہے۔ خط کے آخر میں حضور نے جو نصائح فرمائی ہیں وہ حرزِ جان بنانے کے لائق ہیں۔

(۱) دعا

(۲) پابندی نماز

(۳) باہمی محبت

(۴) الحمد کا ورد ——————— (ادارہ)

عزیز مکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

[illegible] امور کے معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ [illegible] و دلائل

مولوی عبدالحمید فراہی پروفیسر الہ آباد [illegible]

سورۃ [illegible] سورۃ تحریم سورۃ قیامہ سورۃ [illegible] سورۃ عصر

سورۃ [illegible] سورۃ [illegible]

اور کوئی سورۃ یا رسالہ قرآن کریم کے متعلق [illegible] مطبوع

[illegible]

سب باہم مل کر دعا [illegible] اور باہمی محبت [illegible]

اور نماز کے پابند رہو۔ الحمد [illegible]

والسلام نورالدین

۹ دسمبر [illegible]

ماضی کے خزانے

خلافت کا نظام مذہب کے دائمی نظام کا حصہ ہے

(۱)

خدا تعالیٰ کی ازلی تقدیر کا ایک زبردست کرشمہ

(حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی)

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ بطور اصول کے ارشاد فرماتا ہے کہ دنیا میں دو طرح کی چیزیں پائی جاتی ہیں۔ ایک وہ جن کا وجود محض عارضی اور وقتی حالات کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اور ان میں بنی نوع انسان کے کسی حصہ کے لئے کوئی حقیقی فائدہ مقصود نہیں ہوتا اور دوسری وہ جو نظامِ عالم کا حصہ ہوتی ہیں اور لوگوں کے لئے ان میں کوئی نہ کوئی فائدہ کا پہلو مقصود ہوتا ہے۔ مقدم الذکر چیزیں دنیا میں جھاگ کی طرح اُٹھتی اور جھاگ کی طرح بیٹھ جاتی ہیں۔ مگر مؤخر الذکر چیزیں جم کر زندگی گزارتی ہیں اور انہیں دنیا میں قرار حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے

أَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ج وَ أَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ط

(سورۃ رعد) یعنی جھاگ کی قسم کی چیز تو آناً فاناً گزر کر ختم ہو جاتی ہے مگر نفع دینے والی چیز جم کر زندگی گزارتی ہے اور دنیا میں قرار حاصل کرتی ہے۔ اِس اصل کے ماتحت ہم صحیفۂ قدرت پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں یہ لطیف منظر نظر آتا ہے کہ جو چیز بھی دنیا کے لئے کسی نہ کسی جہت سے مفید ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے قائم رہنے کے لئے کوئی نہ کوئی انتظام کر رکھا ہے حتّٰی کہ ادنیٰ سے ادنیٰ جانوروں اور حقیر سے حقیر جڑی بوٹیوں کی بقائے نسل کا انتظام بھی موجود ہے اور قدرت کا مخفی مگر زبردست ہاتھ اُنہیں مٹنے اور نابید ہو جانے سے بچائے ہوئے ہے اور صحیفۂ عالم کے زیادہ گہرے مطالعہ سے یہ بات بھی مخفی نہیں رہ سکتی کہ جتنی کوئی چیز بنی نوع انسان کے لئے زیادہ مفید ہوتی ہے اتنا ہی خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کی حفاظت کا انتظام زیادہ پختہ اور زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ قرآن شریف کی حفاظت کا وعدہ بھی اِسی اصل کے ماتحت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (سورۃ حجر) یعنی چونکہ قرآنی الہام ایک ہمیشہ کی یادگار قرار دیا گیا ہے اور خدا کا یہ منشاء ہے کہ اب وہ قیامت تک لوگوں کے بیدار کرنے کا ذریعہ

رہے۔ اس لئے خدا خود اس کا محافظ ہوگا اور ہمیشہ
ایسے سامان پیدا کرتا رہے گا جو اسے ظاہری اور
معنوی ہر دو لحاظ سے محفوظ رکھیں گے۔ گویا قرآنی
حفاظت کی وجہ ذکر کے چھوٹے سے لفظ میں مرکوز
کر دی گئی ہے۔

یہی حال نبوت کا ہے جب اللہ تعالیٰ دنیا
کو کسی عظیم الشان فتنہ و فساد میں مبتلا دیکھ کر اس
کی اصلاح کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ کسی شخص کو اپنی
طرف سے رسول یا نبی بنا کر مبعوث کرتا ہے مگر
نبی بہرحال ایک انسان ہوتا ہے اور لوازماتِ
بشری کے ماتحت اس کی زندگی چند گنتی کے سالوں
سے زیادہ وفا کیش کر سکتی۔ اس صورت میں یہ ضروری
ہوتا ہے کہ اللہ اس نبی کے مشن کو کامیاب بنانے
اور انتہا تک پہنچانے کے لئے اس کی وفات کے
بعد بھی کوئی ایسا انتظام کرے جس کے ذریعہ نبی کا
بویا ہوا بیج اپنے کمال کو پہنچ سکے اور وہ اصلاح جو
اللہ تعالیٰ نبی کی بعثت سے پیدا کرنا چاہتا ہے دنیا میں
قائم اور راسخ ہو جائے۔ یہ خدائی نظام جسے گویا نبوت
کا تتمہ کہنا چاہیئے خلافت کے نام سے موسوم ہوتا ہے
اور اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ ہر عظیم الشان نبی کے
بعد اس کے کام کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے خلفاء کا
سلسلہ قائم فرماتا ہے اور یہ خلفاء بالعموم خود نبی یا مو
نہیں ہوتے مگر نبی کے تربیت یافتہ اور اس کے
خداداد مشن کو سمجھنے والے اور اسے چلانے کی اہلیت
رکھنے والے ہوتے ہیں اور گو وہ خدائی وحی کے ساتھ
کھڑے نہیں ہوتے مگر خدا تعالیٰ اپنی تقدیر خاص کے
ماتحت ایسا تصرف فرماتا ہے کہ نبی کے گزر جانے کے
بعد وہی لوگ مسندِ خلافت پر متمکن ہوتے ہیں جنہیں
خدا اس کام کے لئے پسند فرماتا ہے۔ گویا خدا تعالیٰ
کی مخفی تاریں مومنوں کے قلوب پر متصرف ہو کر انہیں
خود بخود خلافت کے اصل شخص کی طرف پھیر دیتی ہیں۔
اس لئے باوجود اس کے کہ ایک غیر مامور خلیفہ لوگوں کا
منتخب شدہ ہوتا ہے۔ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے اور
قرآن اس حقیقت کو صراحت کے ساتھ بیان فرماتا ہے
کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ بظاہر یہ ایک متضاد سی بات
نظر آتی ہے کہ ایسا شخص جو لوگوں کی کثرت رائے یا
اتفاق رائے سے خلیفہ منتخب ہو اس کے تقرر یا انتخاب
کو خدا کی طرف منسوب کیا جائے مگر حق یہی ہے کہ باوجود
ظاہری انتخاب کے ہر سچے خلیفہ کے انتخاب میں دراصل
خدا کا مخفی ہاتھ کام کرتا ہے اور صرف وہی شخص خلیفہ
بنتا ہے اور بن سکتا ہے جسے خدا کی ازلی تقدیر اس
کام کے لئے پسند کرتی ہے اور اس کے سوا کسی کی
مجال نہیں کہ مسندِ خلافت پر قدم رکھنے کی جرأت کر سکے۔
یہی گہری صداقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس
قول میں مخفی ہے جو آپ نے وفات سے کچھ عرصہ پہلے
حضرت ابوبکرؓ کے متعلق فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

اردتُ ان ارسل الی ابی بکر
حتّٰی اکتب کتابًا فاعهد
ان یتمنّٰی المتمنّون ویقول
قائل انا اولٰی ثم قلت

یأبی اللہ ویدفع المومنون
اویدفع اللہ ویأبی المومنون

(بخاری کتاب الاحکام)

"یعنی میں ابوبکرؓ کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کرنا چاہتا تھا مگر پھر میں نے خیال کیا کہ یہ خدا کا کام ہے خدا ابوبکرؓ کے سوا کسی اور شخص کو خلیفہ نہیں بننے دے گا اور نہ ہی خدائی مشیت کے ماتحت مومنوں کی جماعت ابوبکرؓ کے سوا کسی اور کی خلافت پر راضی ہوسکے گی۔"

اللہ! اللہ!! اس چھوٹے سے فقرہ میں نظام خلافت کا کتنا وسیع مضمون ودیعت کر دیا گیا ہے۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ بے شک میرے بعد بظاہر مسلمانوں کی کثرت ابوبکرؓ کو خلیفہ منتخب کرے گی مگر دراصل اس رائے کے پیچھے خدائے قدیر کی ازلی تقدیر کام کر رہی ہوگی اور وہی ہوگا جو خدا کا منشاء ہوگا اور اس کے سوا کچھ نہیں ہوسکے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور باوجود اس کے کہ اندرونی طور پر انصار نے اپنے میں سے کسی اور شخص کو کھڑا کرنا چاہا اور بیرونی طور پر عرب کے بدوی قبائل نے باغی ہو کر خلافت کے نظام کو ہی ملیا میٹ کر دینے کی تدبیر کی۔ مگر چونکہ ابوبکرؓ خدا کا مقرر کردہ خلیفہ تھا اس لئے اس کے اتباع کی قلت اس کے مخالفین کی کثرت کو اس طرح کھا گئی جس طرح سمندر کا پانی اپنے اوپر کی جھاگ کو کھا جاتا ہے۔

پھر جو الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ سے فرمائے کہ:-

"خدا تمہیں ایک قمیص پہنائے گا
اور لوگ اُسے اُتارنا چاہیں گے
مگر تم اُسے نہ اُتارنا"۔ (ترمذی)

وہ بھی اسی قدیم سنتِ الٰہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ دراصل خلیفہ خدا بناتا ہے اور انتخاب کرنے والے لوگ صرف ایک پردہ کا کام دیتے ہیں اور ایک آلہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے جسے خدا اپنی تقدیر کو جاری کرنے کے لئے اپنے ہاتھ میں لیتا ہے۔ ان الفاظ پر غور کرو کہ وہ کیسے پیارے اور کیسے دانائی سے معمور ہیں۔ آنحضرت صلعم خلیفہ بنانے کے فعل کو خدا کی طرف منسوب فرماتے ہیں اور خلافت سے معزول کرنے کی کوشش کو لوگوں کی طرف نسبت دیتے ہیں۔ گویا جو صورت بظاہر نظر آتی ہے اس کے بالکل برعکس ارشاد فرماتے ہیں۔ خلافت کے انتخاب میں بظاہر نظر آنے والی صورت یہ ہے کہ لوگ خلیفہ کو منتخب کرتے ہیں اور خدا کا بظاہر تعلق ہوتا ہے لیکن باوجود اس کے آنحضرت صلعم ارشاد یہ فرماتے ہیں کہ خلیفہ بناتا خدا ہے ہاں مفسد لوگ بعض اوقات خدا کے بنائے ہوئے خلفاء کو معزول کرنے کی کوشش ضرور کیا کرتے ہیں۔ یہ وہ عظیم الشان نکتہ ہے جسے سمجھنے کے بعد کوئی شخص خدا کے فضل سے مسئلہ خلافت کے تعلق میں ٹھوکر نہیں کھا سکتا۔ لیکن چونکہ دنیا کا ہر نظام وقتی ہے اور عموماً دوروں میں تقسیم شدہ ہوتا ہے اس لئے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہوشیار اور چوکس رکھنے کے لئے یہ انکشاف بھی فرما دیا کہ میرے بعد مستقل اور مسلسل طور پر خلافتِ حقّہ کا دَور صرف تیس سال تک چلے گا جس کے بعد غاصب لوگ ملوکیت کا رنگ اختیار کر لیں گے اور اس کے بعد حسبِ حالات اور ضرورتِ زمانہ روحانی خلافت کے دَور آتے رہیں گے۔ حتّٰی کہ بالآخر مسیح و مہدی کے نزول کے بعد پھر منہاجِ نبوت پر ظاہری خلافت کی صورت قائم ہو جائے گی۔ (مسند احمد جلد ۵ عن ابی عبد الرحمٰن سفینہ و مشکوٰۃ باب الانذار)

چونکہ خلافت کا نظام نبوت کے نظام کا حصہ اور تتمہ ہے اور نبوت کی خدمت اور تکمیل کے لئے قائم کیا جاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق قرآن شریف کی آیتِ استخلاف میں ایسی علامات مقرر فرما دی ہیں جو سچی خلافت کو جھوٹی خلافت سے روزِ روشن کی طرح ممتاز کر دیتی ہیں۔ فرماتا ہے:۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (سورۃ نور)

"یعنی خدا تعالیٰ کا یہ پختہ وعدہ ہے کہ وہ عملِ صالح بجا لانے والے مومنوں میں سے ملک میں خلفاء مقرر کرے گا (یہ مطلب نہیں کہ جو مومن بھی عملِ صالح کرنے والا ہو گا وہ ضرور خلیفہ بنے گا بلکہ اس میں اشارہ یہ ہے کہ جو خلیفہ ہو گا وہ ضرور مومن اور عملِ صالح بجا لانے والا ہو گا) یہ خلفاء اسی سنّت کے مطابق مقرر کئے جائیں گے جس طرح پہلی اُمتوں میں مقرر کئے گئے اور خدا تعالیٰ اس دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے جو اُن کے ذریعہ سے دنیا میں مضبوطی سے قائم فرما دے گا اور (چونکہ ہر تغیر کے وقت ایک خوف کی حالت پیدا ہوا کرتی ہے) اللہ تعالیٰ اُن کی خوف کی حالت کو اپنے فضل سے امن میں بدل دے گا۔ یہ لوگ میرے سچے پرستار ہوں گے اور میرے سوا کسی معبود کے سامنے (خواہ وہ مخفی ہو یا ظاہر) گردن نہیں جھکائیں گے اور جو شخص ایسی نصرت و تائید کو دیکھتے ہوئے بھی اس نظامِ خلافت سے سرکشی اختیار کرے گا وہ یقیناً خدا کا مجرم اور فاسق سمجھا جائیگا۔"

یہ آیت کریمہ جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

صراحت کے ساتھ خلافت کے نظام سے متعلق قرار دیا ہے
اپنے مختصر الفاظ میں ایک نہایت وسیع مضمون کو لئے ہوئے
ہے اور اس نقشہ کی بہترین تصویر ہے جو کم و بیش ہر نبی
خلافت کے قیام کے وقت دنیا کے سامنے آتا ہے۔ ہر
نبی یا خلیفہ کی وفات ایک عظیم الشان زلزلہ کا رنگ رکھتی
ہے اور ہر بعد میں آنے والا خلیفہ ایسے حالات میں مسند
خلافت پر قدم رکھتا ہے کہ جب لوگوں کے دل سہمے ہوئے
اور خوف زدہ ہوتے ہیں کہ اب کیا ہوگا مگر پھر لوگوں کو
دیکھتے دیکھتے خدا اس آیت کریمہ کے وعدہ کے مطابق
اپنی تقدیر کی مخفی تاروں کو کھینچنا شروع کرتا ہے اور خوف
کے دنوں کو امن سے بدل کر آہستہ آہستہ جماعت کو کمزوری
سے مضبوطی کی طرف یا مضبوط حالت سے مضبوط تر حالت
کی طرف اٹھانا شروع کر دیتا ہے۔ اور یہ خلفاء اپنی
دینی حالت اور دینی خدمت سے اس بات پر مُہر لگا دیتے
ہیں کہ خدا کی محبت اور خدا کی نصرت کا ہاتھ اُن کے ساتھ
ہے اور یہ سلسلہ اپنی ظاہری صورت میں اُس وقت تک
جاری رہتا ہے جب تک کہ خدا کے علم میں نبی کے لائے
ہوئے دین کے استحکام اور اس کے مشن کی تکمیل اور
مضبوطی کے لئے ضروری ہوتا ہے

جیسا کہ میں نے اُوپر اشارہ کیا ہے کہ یہ خلافت
کا نظام جو دراصل نبوت کا حصہ اور تتمہ ہے ہر عظیم الشان
نبی کے زمانہ میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ چنانچہ حضرت
موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے کام کی تکمیل کے لئے
حضرت یوشعؑ خلیفہ ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
بعد پطرس خلیفہ ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے۔ اور چونکہ آنحضرت صلعم
کا مشن سارے نبیوں سے زیادہ عظیم الشان اور زیادہ وسیع
تھا اس لئے آپ کے بعد خلافت کا نظام بھی سب سے
زیادہ نمایاں اور شاندار صورت میں ظہور پذیر ہوا جس
کی تیز کرنیں آج تک دنیا کو خیرہ کر رہی ہیں۔ حق یہ ہے
کہ اگر نبوت کے ساتھ خلافت کا نظام شامل نہ ہو تو
نعوذ باللہ خدا پر ایک خطرناک الزام عائد ہوتا ہے کہ
اس نے دنیا میں ایک اصلاح پیدا کرنی چاہی مگر پھر
اس اصلاح کے لئے ایک فرد واحد کو چند سال زندگی
دے کر وفات دے دی اور اس اصلاحی نظام کو اپنے
ہاتھ سے ملیا میٹ کر دیا۔ گویا یہ ایک بلبلا تھا جو سمندر
کی سطح پر ظاہر ہوا اور پھر ہمیشہ کے لئے سمٹ کر پانی
کی مہیب لہروں میں غائب ہو گیا۔ سبحان اللہ ما
قدروا اللہ حق قدرہٖ۔ ہمارا حکیم و علیم خدا
تو وہ خدا ہے کہ جو ایک ادنیٰ سے ادنیٰ نفع دینے والی
چیز کو بھی دنیا میں قائم رکھتا اور اس کے قیام کا سامان
مہیا کرتا ہے چہ جائیکہ نبوت جیسے جوہر اور ایک مامور
کی لائی ہوئی اصلاح کو ایک ہوا کے اُڑتے ہوئے
جھونکے کی طرح باغِ عالم میں لائے اور پھر لوگوں کے
دیکھتے دیکھتے اُسے اُن کی نظروں سے غائب کر دے
اور اس کے رُوح پرور اثر اور حیات افروز تاثیر کو
دنیا میں قائم کرنے کے لئے اپنی طرف سے کوئی انتظام
نہ فرمائے۔ یقیناً یہ منظر ایک کھیل سے زیادہ نہیں اور
کھیل کھیلنا شیطان کا کام ہے خدا کا نہیں۔ خدا جب
کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کام کی اہمیت اور وسعت

کے مطابق حال اس کے لئے سامان بھی مہیا فرماتا ہے۔
اور اس کام کے دائیں اور بائیں اور اُوپر اور نیچے کو
ایسی آہنی سلاخوں سے مضبوط کر دیتا ہے کہ پھر جب تک
اس کا منشاء نہ ہو کوئی چیز اُسے اُس جگہ سے ہلا نہیں
سکتی۔ اسی لئے خدا کی یہ سنت ہے کہ خاص خاص انبیاء
کے صرف بعد ہی اُن کے مشن کی مضبوطی اور استحکام
کے لئے خلافت کا نظام قائم نہیں فرماتا بلکہ اُن کی بعثت سے
پہلے بھی اُن کے لئے راستہ صاف کرنے کی غرض سے
بعض لوگوں کو بطور ارہاص یعنی آنے والی منزل کی علامت
کے طور پر مبعوث کرتا ہے جو لوگوں کی توجہ کو آنے والے
مصلح کے مشن کی طرف پھیرنا شروع کر دیتے ہیں۔ چنانچہ
حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے حضرت یحییٰؑ بطور ارہاص
مبعوث ہوئے اور آنحضرت صلعم سے پہلے متعدد لوگ جو
حُنفاء کہلاتے تھے توحید کے ابتدائی جھونکے بن کر
ظاہر ہوئے اور اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام
سے پہلے سید احمد صاحب بریلوی سوئے ہوئے لوگوں
کی بیداری کا ذریعہ بن کر آئے۔ کیا ایسے حکیم و دانا خدا
سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ نبی کی چند سالہ زندگی کے
بعد اس کے لائے ہوئے مشن کو بغیر کسی انتظام کے
چھوڑ سکتا ہے اور اس بڑھیا کی مثال بن جاتا ہے جو
اپنے محنت سے کاتے ہوئے دھاگے کو اپنے ہاتھ سے
تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ میں پھر کہوں گا سبحان اللہ
ما قدروا اللہ حق قدرہٖ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی چونکہ دنیا میں ایک
عظیم الشان مشن لے کر مبعوث ہوئے تھے اور اپنے مقام
کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظلِ و بروزِ کامل
تھے حتیٰ کہ آپؐ نے ان کے مقام اور کام کے پیشِ نظر
فرمایا یُدْفَنُ مَعِیَ فِی قَبْرِی یعنی مسیح موعود
میرے ساتھ میری قبر میں دفن ہوگا۔ یعنی آخرت میں
اُسے میری معیت حاصل ہوگی اور اُسے میرے ساتھ
رکھا جائے گا اس لئے ضروری تھا کہ آپ کے خداداد
مشن کی تکمیل کے لئے بھی آپ کے بعد خلافت کا نظام
قائم ہو۔ چنانچہ آپ نے اپنی کتب اور ملفوظات میں
متعدد جگہ اس نظام کی طرف اشارہ کیا ہے بلکہ آپ
کے بہت سے الہامات میں بھی اس نظام کی طرف
اشارات پائے جاتے ہیں مگر میں اس جگہ اختصار کے
خیال سے صرف ایک حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور یہ وہ
عبارت ہے جو آپ نے اپنے زمانہ وفات کو قریب محسوس
کر کے اپنے متبعین کے لئے بطور وصیت تحریر کی۔
آپ فرماتے ہیں:۔

"خدا کا کلام مجھے فرماتا ہے کہ وہ
اس سلسلہ کو پوری ترقی دے گا۔ کچھ
میرے ہاتھ سے کچھ میرے بعد۔ یہ
خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے
کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا
کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا
رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں
کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا
ہے ...... اور جس راستبازی کو
وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی

تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دیکر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے ...... ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض وہ دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (۱) اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا ہو جاتا ہے .... خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین مرتد ہو گئے۔ اور صحابہ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا۔ یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے ...... ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا۔ ...... ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا ... . سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا وے سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی (یعنی میری وفات کے قریب مرنے کی خبر) غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے۔ ...... میں خدا کی طرف سے ایک

قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور
مَیں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور
میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے
جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے"۔

(رسالہ الوصیت)

یہ عبارت جس صراحت اور تعیین کے ساتھ نظام خلافت کی طرف اشارہ کر رہی ہے وہ محتاجِ بیان نہیں - اور یہ عبارت بطور وصیت کے لکھی گئی جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا سے قرب وفات کی خبر پا کر اپنے بعد کے نظام کے بارے میں اپنی جماعت کو آخری نصیحت فرمائی اور ہر عقلمند غیر متعصب شخص آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے کہ اِس عبارت سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں :-

اوّل:- خدا تعالیٰ انبیاء کے کام کی تکمیل کے لئے دو قسم کی قدرت ظاہر فرماتا ہے - ایک خود نبیوں کے زمانہ میں اور دوسری اُن کی وفات کے بعد تاکہ اُن کے مشن اور اُن کی جماعت کو ایک لمبے عرصہ تک اپنی خاص نگرانی میں رکھ کر ترقی دے اور تکمیل تک پہنچائے۔

دوم:- دوسری قدرت خلافت کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے وجود میں ظاہر ہوئی۔

سوم:- یہ خلافت کا نظام جو نبوّت کے نظام کا حصہ اور اسی کا تتمّہ ہے خدائی سنّت کا رنگ رکھتا ہے اور ہر نبی کے زمانہ میں قائم ہوتا رہا ہے۔

چہارم:- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد بھی اسی رنگ میں قدرتِ ثانیہ کا ظہور مقدر تھا کیونکہ جیسا کہ آپ خود خدا کی ایک مجسم قدرت تھے آپ کے بعد بعض اور وجودوں نے دوسری قدرت کا مظہر ہونا تھا اور ان کے وجودوں نے حضرت ابو بکرؓ کے رنگ میں ظاہر ہونا تھا۔

پنجم:- نبی کے بعد آنے والے خلفاء خواہ بظاہر صورت لوگوں کے انتخاب سے مقرر ہوں مگر در اصل اُن کے تقرر میں خدا کا ہاتھ کام کرتا ہے اور در حقیقت خلیفہ خدا ہی بناتا ہے۔

ششم:- سورۃ نور کی آیتِ استخلاف نظامِ خلافت سے تعلق رکھتی ہے اور حضرت ابو بکرؓ کی خلافت اِسی آیت کے ماتحت تھی اور حضرت مسیح موعودؑ کے بعد کی خلافت بھی اسی آیت کے ماتحت ہونی تھی۔

یہ وہ چھ باتیں ہیں جو اُوپر کے حوالہ سے یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہوتی ہیں - اور یہ استدلال ایسا واضح اور بیّن ہے کہ کوئی عقلمند غیر متعصب شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا - اور یہ حوالہ بھی جیسا کہ اس کے حالات اور سیاق و سباق اور الفاظ اور اسلوبِ بیان سے ظاہر ہے محکمات کا رنگ رکھتا ہے جس کے مقابلہ پر ان متشابہات کو پیش کرنا جو بعض مخصوص کاموں کے تعلق میں، مخصوص حالات اور مخصوص ماحول میں انجمن کے بارے میں

لکھی گئی ہیں ایک شرارت یا دیوانگی کے فعل سے زیادہ نہیں۔ اور اگر یہ دیوانگی نہیں تو نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ خدا کا مقرر کردہ مسیح دیوانہ ہے کہ ایک طرف تو اپنے مشن کی تکمیل اور اپنی وفات کے بعد کے نظام کے متعلق خدائی سنت کے ماتحت دو قدرتوں کے ظہور کا ذکر کیا اور مثال دے کر بتایا کہ دوسری قدرت ابوبکر صدیق رضؓ کے رنگ میں ظاہر ہوا کرتی ہے اور پھر یہاں تک صراحت کی کہ "میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے" لیکن عین اس کے ساتھ ساتھ اور پہلو بہ پہلو ان سارے ارشادات کو بھول کر اور بالائے طاق رکھ کر انجمن کو اپنا خلیفہ مقرر کر کے چل دیئے۔ حالانکہ انجمن آپ کی زندگی میں ہی قائم ہو گئی تھی اور اس کی "جانشینی" جن معنوں میں بھی وہ تھی خود آپ کی موجودگی میں شروع ہو چکی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف اس مجنونانہ تضاد کو منسوب کرنا اہلِ پیغام کو مبارک ہو۔ ہم خوش ہیں کہ ہمارا دامن اس دیوانگی کے داغ سے پاک ہے۔ کاش یہ لوگ صرف اس بات پر ہی غور کرتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاں بھی اپنے خداداد مشن کی تکمیل اور سلسلہ اور جماعت کے کام کو سنبھالنے اور چلانے کا ذکر کیا ہے وہاں کسی جگہ انجمن کا ذکر نہیں کیا بلکہ صرف خلافت کا ذکر کیا ہے اور دو قدرتوں کے اصول کو بیان کر کے اور مثال دیکر واضح کیا ہے کہ اس کام کے لئے خدا نے ایسا ہی نظام مقرر فرمایا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ کے وقت میں ظاہر ہوا اور یہ کہ یہ خدا کی ایک سنت ہے جو تمام نبیوں کے وقت میں ظاہر ہوتی رہی ہے اور کبھی بدل نہیں سکتی اور اس کے مقابل پر انجمن کا ذکر صرف بعض ماتحت کاموں کے تعلق میں آیا ہے اور اس کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ واضح شرط اور حد بندی لگا دی ہے کہ اس انجمن کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ "حسب ہدایت سلسلہ احمدیہ" اپنا کام سرانجام دے (رسالہ الوصیت) یعنی خدا کے مقرر کردہ خلیفوں اور قدرتِ ثانیہ کے مظہروں کی نگرانی میں کام کرے۔ کیا ان تصریحات میں ہمارے بچھڑے ہوئے بھائیوں کے لئے کوئی سامانِ ہدایت نہیں؟ افسوس صد افسوس! فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔

اور پھر ہمارے قادر و متصرف خدا نے خلافت کے سوال کو صرف لفظی اور قولی تصریح تک ہی نہیں چھوڑا بلکہ اپنے زبردست فعل کے ساتھ اس پر مہرِ تصدیق بھی ثبت کر دی ہے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جماعت میں جو سب سے پہلا اجماع ہوا وہ خلافت ہی کے متعلق تھا اور یہ اجماع بھی خدا نے ان لوگوں کے ہاتھ سے کروایا جو اب خلافت کے منکر ہو کر انجمن کا راگ الاپ رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے جو اس وقت صدر انجمن احمدیہ کے سیکرٹری تھے انجمن کی طرف سے حسب ذیل اعلان شائع کیا:۔

"حضور علیہ السلام کا جنازہ قادیان میں پڑھا جانے سے پہلے آپکے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق حسب مشورہ

معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان و
اقربا ءِ حضرت مسیح موعود باجازت حضرت
ام المومنین کل قوم نے جو قادیان میں موجود
تھی جس کی تعداد اس وقت بارہ سو تھی
والا مناقب حضرت حاجی الحرمین الشریفین
جناب حکیم نورالدین صاحب سلمہ کو آپ
کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا اور آپ
کے ہاتھ پر بیعت کی ۔" (الحکم ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء)

یہ وہ پہلا اجماع ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جماعت میں ہوا جس میں صدر انجمن کے ممبر (ہاں وہی انجمن جو اب خلیفہ کی قائم مقام بنائی جاتی ہے) اور تمام حاضر الوقت جماعت کے افراد شریک اور متفق تھے ۔ پس نہ صرف خدا کے قول نے بلکہ اس کے زبردست فعل نے بھی خلافت کے حق میں مہر تصدیق ثبت کی ہے ۔ اور اب کون ہے جو اس مہر کو توڑ سکتا ہے ؟

یہ خیال کہ یہ زمانہ جمہوریت ہے اور اب شخصی خلافت کی بجائے انجمن کا نظام ہونا چاہیئے ایک بیوقوفی کا خیال ہے کیونکہ اوّل تو اس نظام کی ذمہ داری خدا پر ہے نہ کہ ہم پر یا کسی اور پر ۔ اور خدا نے جس طرح پسند کیا اور بہتر سمجھا اسے قائم فرما دیا ۔ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ ۔ علاوہ ازیں کیا خدا نے اس زمانہ میں نبوت کے نظام کو بدل دیا ہے کہ خلافت کے نظام کو بدلنے کی ضرورت پیش آئے ؟ اگر اس جمہوری زمانہ میں بھی خدا نے ایک واحد شخص کو ماموریت کا جامہ پہنا کر مبعوث فرمایا ہے اور اس کی جگہ کسی انجمن کو مامور بنا کر نہیں بھیجا تو خلافت جو اسی نظام کی فرع ہے کس طرح بدل سکتی ہے ؟ ہاں غور کرو تو اسلامی خلافت میں بھی ایک جھلک جمہوریت کی موجود ہے یعنی اوّل تو خلیفہ بظاہر جماعت کے انتخاب سے مقرر ہوتا ہے ۔ دوسرے اس کے لئے حکم ہے کہ جماعت کے اہم معاملات میں جماعت کا مشورہ لیتا رہے اور حتّی الوسع اس مشورہ کا احترام کرے تو اس کا توکّل صرف خدا پر ہونا چاہیئے اور اسے کسی مشورہ کا پابند قرار دینا توکّل کے مقام کے منافی ہے ۔ افسوس ہے کہ معترضین نے کبھی نہیں سوچا کہ خلافت محض ایک انتظامی منصب نہیں ہے بلکہ خلیفہ نے جماعت کے لئے علیکم بسنّتی و سنّۃ الخلفاء الراشدین المھدیین کے ارشاد کے ماتحت نمونہ بھی بننا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ جماعت کا اخلاص اور محبت کے جذبات کا تعلق بھی ضروری ہے ۔ پس خواہ زمانہ کوئی ہو خلافت بہرحال شخصی رہیگی ۔ کاش ! ہمارے دوست اس نکتہ کو سمجھیں ۔

مخصوص طور پر خلافتِ ثانیہ کے متعلق صرف اس قدر لکھنا کافی ہے کہ اسے آیتِ استخلاف کے ماتحت خدا کی فعلی شہادت سے پرکھو اور پھر دیکھو کہ اس کے اندر وہ علامات پائی جاتی ہیں یا نہیں جو خدا نے سچے خلیفوں کے متعلق بیان فرمائی ہیں ۔ کیا خدا نے اپنی زبردست قدرت کے ساتھ اس کے خوف کو امن سے نہیں بدلا ؟ کیا خدا نے اس کے ذریعہ جماعت کو تمکنت اور استحکام عطا نہیں فرمایا ؟ کیا اس کے ساتھ ہر قدم پر خدا کی نصرت کا ہاتھ نظر نہیں آتا ؟ کیا ہمارا خلیفہ

ایک بلند اور مستحکم مینار کی طرح خدا کی توحید کا علمبردار نہیں ہے

اگر یہ سب کچھ ہے اور یقیناً ہے تو اپنے پاک مسیح کے اس
پاک قول کو یاد کرو کہ ہمارے خدا کے کاموں کی علامت
یہی ہے کہ :- ؎

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

تم ہزار دلیلیں دو اور ہزار سر پیٹو کہ خدائی تقدیر
اپنا کام کر چکی ہے اور اب کسی باپ کے بیٹے میں
اس کے بدلنے کی طاقت نہیں - درخت ہمیشہ اپنے
پھل سے پہچانا جاتا ہے اور خلافت اور انجمن کا
پھل تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے - اب اس کے سوا
ہم تمہیں کیا کہیں کہ :-

قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا
فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا

مجالس کی خبریں

(نامہ نگار)

۱- تربیتی کلاس ضلع گوجرانوالہ

مجالس خدام الاحمدیہ ضلع گوجرانوالہ کی سالانہ تربیتی کلاس
امسال مورخہ ۲۹، ۳۰ مارچ کو موضع مانگٹ اونچے تحصیل حافظ آباد
میں منعقد ہوئی - اس کلاس میں شرکت کے لئے محترم صاحبزادہ مرزا
رفیع احمد صاحب صدر مجلس مرکزیہ، محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب
نائب صدر مرکزیہ، مکرم گیانی واحد حسین صاحب، مکرم محمد اسمٰعیل صاحب
منیر (مہتمم اطفال مرکزیہ)، مکرم احمد شمشیر سوکیہ صاحب آف مادھ شمس
اور مکرم سعید احمد صاحب اظہر مربی شیخوپورہ خاص طور پر تشریف
لائے اور مفید علمی و تربیتی موضوعات پر تقاریر کیں -

کلاس کا پورا پروگرام خوب دلچسپ تھا - خدام کا تلاوت
قرآن کریم اور نظم خوانی کا مقابلہ کروایا گیا - تفریح طبع کے لئے
رسہ کشی اور کبڈی کے مقابلے بھی کروائے گئے - سوال و جواب کے
مفید پروگرام میں خدام نے خاص طور پر دلچسپی ظاہر کی -

عام اجلاسوں میں غیر احباب بھی کثرت سے شریک ہوتے
رہے - چنانچہ رات کے ایک اجلاس میں عورتوں مردوں کی کل حاضری
ایک ہزار کے لگ بھگ تھی - خدا تعالیٰ کے فضل سے اس کلاس کے باعث
خدام میں بیداری کی لہر دوڑتی نظر آتی ہے -

۲- دوخون اور چک سکندر میں محترم صدر مجلس کی تشریف آوری

مورخہ ۱۱ اپریل کو موضع دوخون ضلع گجرات میں مقامی جماعت کے
زیر اہتمام ایک عام جلسہ کا انعقاد کیا گیا - محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد
صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ خاص طور پر ربوہ سے تشریف لا کر
جلسہ میں شریک ہوئے اور آپ (باقی کالم نمبر ۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اور صداقت کے بارہ میں
ایک مدلل اور مؤثر تقریر کی - جلسہ میں علاقہ کے معززین
اور نواحی جماعتوں کے احباب بھی کثرت سے شامل ہوئے -
اگلے روز چک سکندر کے احباب کی خواہش پر آپ وہاں تشریف
لے گئے اور جلسہ عام میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت
طیبہ نہایت دلکش انداز میں بیان کی - ہر دو مقامات کے
احباب صاحبزادہ صاحب موصوف کی آمد سے بہت مسرور
ہوئے +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حجۃ الوداع

اور

مسلمانوں کو حضورؐ کی آخری وصیّت

(حضرت علامہ میر محمد اسحاق صاحبؓ)

کعبہ کب سے مرکزِ حج بنا؟

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ یعنی خانہ کعبہ دنیا میں سب سے پہلی عبادت گاہ ہے۔ پس اس آیت سے کعبۃ اللہ کا بطور معبد کے تو قدیم ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن یہ امر کہ اس گھر کا حج بھی ابتداء عالم سے جاری ہے یقینی طور پر ثابت نہیں البتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے اس گھر کا حج کے لئے مرکز بننا پایۂ ثبوت تک پہنچا ہوا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔ یعنی ہم نے ابراہیمؑ کو حکم دیا تھا کہ اے ابراہیم تو لوگوں میں اعلان کر دے کہ آؤ لوگو اس گھر کا حج کیا کرو۔ پھر فرمایا کہ اس حکم کے ساتھ ہی ہم نے یہ پیشگوئی بھی کر دی تھی کہ اب اس حکم کے بعد یہ گھر دور و نزدیک سب جگہوں سے حج کے لئے آنے والوں کا مرکز بن جائے گا۔ لوگ اتنے نزدیک سے بھی آئیں گے کہ انہیں سواری کی ضرورت نہ ہوگی۔ گھر سے پیدل ہی نکل کھڑے ہوں گے جیسا کہ مکّہ کے قرب وجوار میں رہنے والے۔ اور اتنے دُور دراز سے بھی آئیں گے کہ ایک فربہ اونٹ جو ہزاروں میل ریگستان کے سفر کو بخوبی طے کر سکتا ہے آتے آتے اُس کے کوہان کی چربی پگھل کر بالکل دُبلا ہو کر وہ مکّہ میں پہنچے گا۔

پس ہم نہیں کہہ سکتے کہ حج کا یہ ابراہیمی اعلان آیا ابتدائی اعلان تھا اور حج ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے شروع ہوا یا یہ اعلان تجدید حج کی رسم کہنہ کے لئے جو امتداد زمانہ کے زیر اثر مٹ چکی تھی تجدید کا حکم رکھتا تھا۔ خواہ کوئی صورت ہو بہر حال یہ امر یقینی ہے کہ حج کا موجودہ غیر منقطع بابرکت سلسلہ ابو الانبیاء ابراہیم خلیل اللہ کے پاک وجود کے ذریعہ شروع ہوا۔ اور آج تک اپنی پوری شان و شوکت سے جاری ہے اور یہ قیامت تک محشر زا سالانہ منظر انشاء اللہ سچے خدا کے سچے وعدوں کے مطابق

قیامت تک رونما ہوتا رہے گا۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حج

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قریباً اڑھائی ہزار برس بعد انہی کی دعا کے نتیجہ میں انہی کی اولاد سے اللہ تعالیٰ نے عرب کے پتھروں میں ایک لعل بے بہا پیدا کیا وہ کون؟ وہ ہمارا سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ حضورؐ نے چالیس برس کی عمر میں دعویٰ نبوت کیا حضورؐ کے دعویٰ سے قبل بھی ہر سال حج ہوتا تھا اور حضورؐ بھی ابراہیمی سنت اور قومی رواج کے ماتحت حج کرتے ہوں گے لیکن حضورؐ کے نئے مذہب یعنی اسلام میں ابھی حج دین کا رکن اور اسلامی ملت کا ستون نہ بنا تھا۔ دعویٰ کے تیرہ سال بعد حضور مدینہ تشریف لے گئے مگر حج کا حکم ابھی قرآن مجید میں نازل نہیں ہوا تھا۔ مدینہ پہنچ کر ہجرت کے پانچویں سال قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا۔ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا۔ یعنی اے لوگو عمر بھر میں ایک دفعہ تم پر فرض ہے کہ اگر کوئی روک نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے دارالخلافہ مکہ میں اس کے دربارِ کعبہ میں حاضری دے آیا کرو۔

دربارِ کعبہ کی حاضری

اس آیت کے بعد خانہ کعبہ کا حج صرف ابراہیمی سنت نہ رہا بلکہ اسلامی رکن بن گیا۔ اور اب ایک مسلمان کے لئے ضروری ہو گیا کہ وہ عمر بھر ایک دفعہ مکہ میں سلام کے لئے ضرور حاضر ہوا کرے لیکن جس وقت مدینہ میں یہ حکم نازل ہوا مکہ میں اس وقت کفارِ قریش کا قبضہ تھا اور وہ مسلمانوں کو وہاں گھسنے تک نہ دیتے تھے۔ اس لئے حضورؐ اور حضورؐ کے ساتھیوں کے لئے حج کا دروازہ بند تھا۔ اس آیت کے نزول کے تین سال بعد یعنی ۸ھ ہجری کے رمضان میں مکہ فتح ہوا اور حضور علیہ السلام کے بے مثال عفو عام اور بے نظیر درگذر نے مکہ والوں کی کایا پلٹ دی اور وہی جگہ جو کفر کا گڑھ تھی اسلام کا مرکز بن گئی اور مکہ کے اکثر لوگ مسلمان ہو گئے۔ فتح مکہ کے دو اڑھائی ماہ بعد ذوالحجہ میں حج ہوا۔

اس حج میں مکہ کے مسلمان اور کافر اور اسی طرح عرب کے اور قبائل کے مسلمانوں اور کافروں نے مل جل کر حج کیا لیکن حضور علیہ السلام مدینہ سے نہ تو خود تشریف لائے اور نہ حضور علیہ السلام کے صحابہؓ مدینہ سے کسی امیر کے ماتحت قافلہ بنا کر اس حج میں شریک ہوئے۔ پھر اگلے سال ۹ھ ہجری میں حضور علیہ السلام گو خود حج کے لئے تشریف نہیں لے گئے۔ مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر قافلہ بنا کر سینکڑوں صحابہؓ کو حج کے لئے بھیجا اور اپنی طرف سے کچھ قربانیاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ کیں۔ اور گو اس حج میں اکثریت مسلمانوں کی تھی مگر قبائل کے کافروں نے بھی حج کیا۔ اسی حج میں سورۃ برائت کی ابتدائی آیتوں کا اعلان حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور علیہ السلام کے خاندان میں سے ہونے کے سبب حضور کی طرف سے مکہ میں کیا۔

پھر اگلے سال ۱۰ھ ہجری کو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفسِ نفیس ذوالقعدہ کی پچیسویں

تاریخ کو ہزاروں لوگوں کو لے کر روانہ ہوئے جن میں حضورؐ کے قریباً تمام صحابہ اور حضورؐ کی تمام ازواج مطہرات اور حضورؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ بھی معہ بچوں کے تھیں۔ غرض یہ عظیم الشان قافلہ پونے تین سو میل کا ریگستانی سفر صرف ۹ دن میں طے کرتا ہوا ذوالحجہ کی چوتھی تاریخ کو مکہ میں داخل ہوا۔

منیٰ کے میدان میں اجتماع اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ

چوتھی سے ساتویں تاریخ تک چار دن حضور مکہ میں ٹھہرے رہے۔ آٹھویں تاریخ کو یہ قافلہ منیٰ میں آگیا جو مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ نویں تاریخ کو عرفات کے میدان میں پہنچا۔ یہ مقام مکہ سے نو میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں سارا دن دعاؤں میں لگے رہنے کے بعد سورج ڈوبنے پر وہاں سے واپس روانہ ہو کر رات بھر مزدلفہ کے مقام میں رہا جو مکہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے اور وہاں کے مقررہ میدان میں دعائیں کر کے سورج نکلنے سے بیشتر روانہ ہو کر دسویں تاریخ یعنی عید الاضحیٰ کے دن پھر منیٰ کے میدان میں آیا۔ اور وہاں یہ قافلہ تین چار روز ٹھہرا رہا۔ یہاں پر قریباً سب نے قربانیاں کیں، سر منڈائے، اپنی اپنی نذریں پوری کیں۔ اور دن رات لبیک لبیک یعنی حاضر جناب، حاضر جناب کے نعرے لگا کر بسر کئے۔ خود حضور علیہ السلام نے اپنی طرف سے پورے ایک سو اونٹ قربان کئے۔ تریسٹھ اپنے ہاتھ سے اور باقی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ذبح کرائے اور اس طرح اس قافلہ نے حج کے مناسک ختم کئے۔

ایک لاکھ چوبیس ہزار قدوسیوں کا اجتماع

منیٰ کے اس میدان میں علاوہ اس کے کہ خود حضور علیہ السلام کے ہمراہی ہزاروں ہزار تھے اردگرد کے قبائل کے مسلمان اور خود شہر مکہ کے لوگ جمع ہو کر ایک لاکھ سے زیادہ مجمع ہو گیا اور بقول کسی اہل ذوق کے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کی طرح اس حج میں نبیوں کے سردار کے اردگرد ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ تھے جس کا مفہوم یہ ہوا کہ حضور علیہ السلام کے صحابہ انبیاء علیہم السلام کے مثیل تھے۔ خیر یہ تو ذوقی باتیں ہیں اور اصل تعداد اور حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ بہرحال منیٰ کے میلوں لمبے چوڑے میدان میں حاجیوں کا ایک بے پناہ لشکر اور اللہ کے عاشقوں کا ایک سیلاب عظیم امڈا چلا آتا تھا اور خدا کی راہ میں کفن پہن کر ننگے سر لبیک اللّٰھم لبیک لبیک پکارنے والوں کا اتنا بڑا ہجوم تھا کہ جسے دیکھ کر حشر کا میدان آنکھوں کے سامنے پھر جاتا تھا۔ اس عظیم الشان مجمع میں حضور علیہ السلام منبر کا کام ایک اونٹنی سے لیتے ہوئے اس پر سوار ہو کر تشریف لائے اور ایک نہایت اونچی آواز والے صحابی جریرؓ نامی سے کہا:۔

یَا جَرِیْرُ اِسْتَنْصِتِ النَّاسَ
لَعَلِّیْ اَعْهَدُ اِلَی النَّاسِ ۔

"یعنی اے جریر ذرا لوگوں کو چپ کرادو تاکہ میں انہیں وصیت کر سکوں"۔

اس پر جریرؓ اور بعض دوسرے لوگوں نے مجمع کو یہ کہا کہ

حضور علیہ السلام کچھ ارشاد فرمانا چاہتے ہیں، خاموش کرایا اور یہ عظیم الشان مجمع ایسا پر سکوت اور ہمہ تن گوش ہوگیا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ جس وقت حضور علیہ السلام خطبہ فرما رہے تھے میں حضور کی اونٹنی کی نکیل تھامے کھڑا تھا اور اونٹنی کے مُنہ سے لعاب میرے اُوپر گرتا تھا مگر میں ذرا حرکت نہ کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے لعاب سے میں تر بتر ہوگیا مگر ذرا آگے پیچھے نہ ہوا۔ اس کے بعد جب سب لوگ خاموش ہو گئے تو حضور علیہ السلام نے ایک لمبا وعظ فرمایا۔

رسُولِ کریمؐ نے کیا فرمایا

چونکہ کسی ایک حدیث میں ترتیب سے پُورا خطبہ درج نہیں بلکہ مختلف حدیثوں میں مختلف حصّے بیان ہوئے ہیں۔ اس لئے میں اپنی ترتیب سے بامحاورہ حاصل مطلب کے طور پر وہ تمام باتیں جو مختلف حدیثوں میں آئی ہیں عرض کر دیتا ہوں:۔

حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ

حضور علیہ السلام نے سب سے پہلے کلمہ شہادت پڑھا پھر خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔ پھر فرمایا۔ لوگو سُن لو میں تم سے رخصت ہوتا ہوں معلوم نہیں ہم تم پھر ملیں یا نہ ملیں اس لئے غور سے میری باتیں سُن لو۔ پھر فرمایا۔ لوگو یہ کونسا مہینہ ہے۔ لوگوں نے سمجھا۔ شائد حضور اس مہینہ کا نام بدلنا چاہتے ہیں۔ اس لئے لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا یہ مہینہ ذوالحجہ نہیں؟ لوگوں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہؐ۔ پھر فرمایا یہ کونسا دن ہے؟ لوگوں نے پھر وہی جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا یہ حج کا دن، قربانی کا دن اور دسویں تاریخ نہیں ہے؟ لوگوں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ۔ پھر حضورؐ نے پوچھا یہ کونسا مقام ہے؟ حاضرین نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا کیا یہ حرم نہیں؟ لوگوں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر سُن لو کہ تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر آپس میں اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارا یہ دن، تمہارا یہ مہینہ اور تمہارا یہ مقام حرام ہے۔

حضور علیہ السلام کے اس ارشاد کی تشریح یہ ہے کہ عرب کے لوگ زمانہ کے لحاظ سے ذوالحجہ مہینہ کو نیز بعض اور حرام مہینوں کے حرام یعنی عزّت والا مہینہ سمجھتے تھے یعنی نہ اس ماہ میں وہ لڑائی کرتے تھے نہ ڈاکہ وغیرہ ڈالتے تھے اور نہ قتل و غارت کے مرتکب ہوتے تھے بلکہ یہاں تک وہ محتاط تھے کہ قاتل کو قصاص میں بھی اس مہینہ میں قتل نہ کرتے تھے بلکہ انتظار کرتے رہتے تھے اور اشہر الحرم گزر جاتے تھے پھر اُسے قتل کرتے تھے۔ ان کا کیسا ہی شدید دشمن کیوں نہ ہو مجال نہ تھی کہ اس مہینہ میں اس کو کوئی تکلیف پہنچائیں۔ دوست دشمن سب کھلے بندوں پھرتے تھے کسی کو یہ جرأت نہ ہوتی تھی کہ کسی کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔ بالخصوص اس ماہ کی دسویں تاریخ جو حج کی ایک نہایت اہم تاریخ تھی۔ نہایت ہی حرمت اپنے اندر رکھتی تھی۔ کیونکہ عرب کے تمام قبائل اسی تاریخ کو اکٹھے ہوتے تھے۔

مقامِ منیٰ کی حُرمت

پھر مکان کے لحاظ سے منیٰ ان مقامات میں سے تھا کہ خدا کا حرم کہلاتا تھا اور یہ مقام ان مقامات میں سے تھا کہ اگر حرام مہینے نہ بھی ہوں مگر اس مقام پر قتل و غارت کا امکان نہ تھا۔ قصاص کے وقت بھی قاتل کو حرم سے باہر لے جا کر قتل کیا جاتا تھا۔

پس جس دن اور جس مقام پر حضور علیہ السلام نے یہ خطبہ پڑھا۔ وہ دوگنی بلکہ سہ گنی حُرمتوں کا مجموعہ تھا کہ مہینہ بھی حرام، دن بھی حرام اور جگہ بھی حرام (یعنی عزتِ ثلاثہ)

حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیّت

پس اُس دن اور اس مقام کی حُرمتوں کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو تم اِس مہینہ کو حرام، اس دن کو حرام اور اس مقام کو حرام سمجھتے ہو۔ اور حُرمت کے قواعد کے مطابق ناممکن ہے کہ ان تینوں حرمتوں کی موجودگی میں تم اس مکان سے ایک کانٹا بھی توڑ سکو۔ مگر یاد رکھو کہ یہ مکانی اور زمانی حرمتیں تو ایک واسطہ ہیں اصل مقصود نہیں۔ بلکہ اصل مقصد تو یہ ہے کہ جس طرح تم اِس مہینہ میں بالخصوص اِس دن میں پھر خصوصیت سے اِس مقام پر کانٹا توڑنا بھی حرام سمجھتے ہو سُن لو کہ ایک مسلمان کی جان، اس کا مال اور اس کی عزت تم پر ہر روز اور ہر مقام پر اُسی طرح حرام اور قطعی حرام ہے جس طرح آج کی حُرمت اور جس طرح اِس مقام کی حُرمت ہے۔

پھر فرمایا کہ دیکھو لوگو عدل سے اِدھر اُدھر نہ ہونا۔ جو مُجرم ہو اُسی کو پکڑنا۔ مجرم کے بدلہ اس کے باپ کو یا قصوروار کے عوض اُس کے بیٹے کو نہ پکڑنا بلکہ جو کرے وہی بھرے۔

یہ نصیحت حضور علیہ السلام نے اس لئے کی کہ جاہلیت قتل وغیرہ جرائم میں قاتل کی شخصیت کو نہیں دیکھتے تھے۔ بلکہ اُن کا مقصد مُجرم کا بدلہ لینا ہوتا تھا قصوروار نہ ملا تو اُس کے باپ ہی کو پکڑ لیا، وہ نہ ملا تو بیٹے کو گرفتار کر لیا، وہ ہاتھ نہ لگا تو کسی اور رشتہ دار کو سزا دیدی، اس کا موقعہ نہ ملا تو مجرم کے قبیلہ کے کسی نہ کسی فرد سے بدلہ لے لیا۔

سُود کا انسداد

پھر فرمایا کہ لوگو ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اُسے چاہیئے کہ اپنے بھائی سے وہی سلوک کرے جو وہ چاہتا ہے کہ مجھ سے کیا جائے۔ لوگو! آج سے جاہلیت کے تمام سُودی کاروبار کو میں اپنے پاؤں کے نیچے مسلتا ہوں تم لوگ اپنے قرضوں کی اصل رقم تو مقروضوں سے واپس لے سکتے ہو مگر سُود کی ایک کوڑی نہیں لے سکتے۔ ہاں میں اپنے خاندان کو نمونہ بنانا چاہتا ہوں۔ اس لئے میں اپنے چچا عباس (جو سُودی کاروبار کرتے تھے) کے تمام قرضے کالعدم کرتا ہوں۔ نہ سُود نہ اصل رقم۔ دونوں رقمیں اس کے مقروضوں کو معاف کرتا ہوں۔

زمانہ جاہلیت کے قصاص معاف

پھر فرمایا لوگو میں زمانہ جاہلیت کے تمام خونوں کو

اپنے پاؤں کے نیچے مسلتا ہوں۔ اب کوئی شخص اسلام میں اپنے کسی مقتول کے بدلہ میں جو اسلام سے قبل قتل کیا گیا ہو کسی کو قتل نہیں کر سکتا اور نمونہ کے طور پر میں اپنے سگے چچا حارث بن عبدالمطلب کا خون معاف کرتا ہوں کہ جسے ہذیل قبیلہ نے شیر خواری کی عمر میں جبکہ وہ بنی لیث قبیلہ میں ایک دائی کے پاس رہتا تھا قتل کر دیا تھا یہاں پر جاننا چاہیئے کہ جاہلیت میں عرب لوگوں کا یہ دستور نہ تھا کہ قتل کے عوض میں قاتل ہی کو سزا دی جائے۔ بلکہ جب کسی قبیلہ کا کوئی آدمی کسی دوسرے قبیلہ کے کسی آدمی کے ہاتھ سے مارا جاتا تو مقتول کے قبیلہ کے لوگ اس قتل کو یاد رکھتے۔ اور جب کبھی موقعہ ملتا خواہ پچاس برس کے بعد ہی کیوں نہ ہو تو وہ قاتل کے قبیلہ میں سے کسی ایک یا زیادہ اشخاص کو قتل کر دیتے اور سب قبائل اپنے مقتولوں اور ان کے قاتلوں کی فہرست ازبر یاد رکھتے اور موقعہ نکلنے پر بدلہ اس قبیلہ سے لیتے تھے۔ پس قصاص قاتل اور مقتول کے درمیان نہ ہوتا تھا۔ اس دستور کے مطابق حضور کا ایک چچا حارث نام جو دودھ پینے کے لئے بنو لیث قبیلہ میں بھیجا گیا۔ وہاں اسے ہذیل قبیلہ کے کسی آدمی نے قتل کر دیا۔ اب حضور کے خاندان بنو ہاشم موقعہ کے منتظر تھے کہ کسی مناسب موقعہ پر ہذیل قبیلہ کا کوئی بڑا آدمی قتل کریں کہ اس انتظار میں بیسیوں برس گزر گئے۔ حتی کہ اسلام آیا۔ پھر مکہ فتح ہوا اور پھر حجۃ الوداع کا موقعہ آیا۔ اس موقعہ پر تمام ملک کے لوگوں کی موجودگی میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تمام قتل جو آج سے قبل مختلف قبیلوں میں ہو چکے اب میں اعلان کرتا ہوں کہ آج سے پہلا سب حساب بند اور سب سے پہلے میں اپنے چچا حارث کا خون کالعدم کرتا ہوں۔

بیویوں کے متعلق وصیت

فرمایا لوگو میں تمہاری بیویوں کے متعلق تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ان سے حسنِ سلوک سے پیش آیا کرو۔ سنو وہ تمہاری لونڈیاں نہیں ہیں بلکہ اِنَّمَا هُنَّ عَوَانٍ عِنْدَكُمْ مِنَ اللّٰهِ یعنی وہ تمہاری مددگار ہیں جو خدا نے تمہیں تمہارے فرائض کے سرانجام دینے کے لئے عنایت کی ہیں۔ اس سے زیادہ تمہارا ان پر کوئی زور نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ بے حیائی اختیار کریں مگر یہ تمہارا وہم نہ ہو بلکہ ان کی بے حیائی کھلم کھلا اور ثابت شدہ ہو تو بے شک تمہیں ان کی اصلاح کے لئے قدم اٹھانے کی اجازت ہے۔ سنو پہلے انہیں وعظ و نصیحت کرو۔ پھر اگر اثر نہ ہو تو تنبیہہ کے طور پر ان سے الگ کمروں میں رات گزارو۔ پھر بھی اگر وہ اصلاح نہ کریں تو تمہیں انہیں بدنی سزا کا بھی اختیار ہے مگر دیکھو ہڈی نہ ٹوٹے۔ گوشت نہ پھٹے۔ ضرب شدید نہ ہو۔ پھر اگر وہ تمہاری اس تنبیہہ پر اصلاح کر لیں تو پھر قطعاً اِدھر اُدھر کے بہانوں سے اپنا غصہ یا کینہ نہ نکالو۔ سنو لوگو جس طرح تمہاری بیویوں پر تمہارے کچھ حقوق ہیں اسی طرح تم پر بھی ان کے کچھ حقوق ہیں مثلاً تمہارا یہ حق ہے کہ تمہاری بیویاں اُن لوگوں سے نہ ملیں جن سے تم انہیں روکتے ہو۔ تمہارے گھروں میں انہیں نہ آنے دیں جن کا آنا تمہیں ناپسند ہو۔ دیکھو لوگو

تمہارا بھی فرض ہے کہ تم کھانے پینے کپڑے وغیرہ میں ان سے آرام و آسائش کا سلوک اختیار کرو۔

خدا کا پیغام پہنچا دیا

اس کے بعد فرمایا دیکھو اللہ نے میرے ذریعہ تم سب کو بھائی بھائی بنا دیا۔ اب کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے بعد تم پھر جاہلیت کا طریق اختیار کر کے ایک دوسرے کی گردنیں اڑانے لگ جاؤ۔ اس کے بعد حضورؐ نے بہت سی نصیحتیں فرمائیں۔ اور جب حضور یہ خطبہ ختم کر چکے تو فرمایا کہ لوگو بتاؤ میں تم کو یہ سب باتیں سنا چکا ہوں یا نہیں؟ سب نے بالاتفاق کہا کہ ہاں حضور نے ہمیں یہ باتیں پہنچا دی ہیں۔ اس پر آپ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر کہا کہ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ۔ یعنی اے اللہ گواہ رہ کہ میں تیرے بندوں کو تیرا پیغام پہنچا چکا اور اپنا فرض ادا کر چکا ہوں۔ تین دفعہ حضورؐ نے یہ الفاظ فرمائے۔ پھر فرمایا کہ اَلَا لِیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ۔ یعنی اے حاضرین تمہارا فرض ہے کہ میری یہ باتیں ان کو پہنچا دو جو اس مجلس میں حاضر نہیں۔ اس پر حضور نے یہ خطبہ ختم فرمایا اور چار روز کے بعد حضورؐ واپس مدینہ تشریف لے گئے۔ جہاں اس خطبہ سے اٹھاسی دن بعد حضورؐ کا وصال ہو گیا۔ اور حضورؐ اس ناپائیدار دنیا کو چھوڑ کر اس دائمی زندگی کے گھر میں اپنے سب سے محبوب اور حقیقی رفیق کے حضور میں جا پہنچے۔

حجۃ الوداع

حضورؐ کے اس حج کو حجۃ الوداع یعنی رخصت کا حج کہتے ہیں۔ بعض لوگوں کو حجۃ الوداع کے نام سے دھوکا لگتا ہے کہ حضورؐ نے شاید کئی حج کئے جن میں سے ایک کا نام حجۃ الوداع ہے۔ مگر ایسا نہیں۔ کیونکہ حضورؐ نے اسلام میں حج کے فرض ہونے کے بعد صرف ایک حج کیا۔ اور حضور کا یہ حج بسبب اس کے کہ اس میں حضورؐ نے اپنی وفات کے قریب ہونے کا اعلان کیا۔ اور بسبب اس کے کہ اس میں تمام لوگوں کو جمع کر کے بہت سی نصیحتیں کر کے رخصت کیا۔ حجۃ الوداع یعنی رخصت کا حج کہلایا۔ اے میرے خدا مجھے اور تمام مسلمانوں کو اس امر کی توفیق عطا فرما کہ ہم ہر مسلمان کے خون، مال اور عزت کو اسی طرح حرام بلکہ اس سے بڑھ کر حرام سمجھیں جس طرح قدیم سے عرب لوگ ذوالحجہ مہینہ کی حرمت بالخصوص اس کی دسویں تاریخ کی حرمت، پھر خاص کر بَلَدُ اللّٰہِ الْحَرَام کی حرمت کو مانتے، تسلیم کرتے اور قائم کرتے تھے۔ اے اللہ تو ایسا ہی کر۔ آمین یا رب العالمین۔

قرآن مجید اور نظام کائنات

(۳)

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا

زمین کا محوری جھکاؤ عظیم حکمتوں پر مبنی ہے"!

(محترم شیخ عبد القادر صاحب فاضل لائلپوری۔ لاہور)

سرعنوان جو آیت درج کی گئی ہے یہ سورۃ الملک کی ہے۔ فرمایا:-

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ
ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا
وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ
ءَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن
يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا
هِيَ تَمُورُ ۝ أَمْ أَمِنتُم مَّن
فِي السَّمَاءِ أَن يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ
حَاصِبًا فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ
نَذِيرِ ۝ (الملک ۱۶ تا ۱۸)

حل لغت:- ذُلًّا۔ ذَلَالَۃً کے معنی ہیں کسی کی سختی اور منہ زوری کا ٹوٹ جانا اور اس کا جھک جانا۔ مطیع و منقاد ہو جانا۔ الذُّل زور و قہر کے دباؤ کے باعث جھکنا اور الذِّل اس جھکنے کو کہتے ہیں جس میں غضب کی تیزی و سختی از خود مغلوب ہو جائے۔ ذُلِّلَ الکرمُ تذلیلًا کے معنی ہیں انگور کے خوشے نیچے جھکا دیئے گئے۔ قرآن حکیم میں ہے وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا۔ جنت کے پھل ان پر جھکا دیئے جائیں گے اور وہ سہل الحصول ہو جائیں گے۔ ذَلُولٌ کے معنے ہیں جوئے کے نیچے جھکا ہوا ہونا جو تابع فرمان ہو جائے اور منہ زور نہ رہے۔ مسخر ہو جانا۔ بقرۃ کے لئے لا ذلولٌ آیا ہے یعنی جوئے کے نیچے اس کی گردن نہیں جھکائی گئی۔ فرس ذلولٌ اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو اتنی نرمی اور صفائی سے چلے کہ وہ خود جھک جھک جائے لیکن سوار کو اس کا چلنا محسوس نہ ہو۔

ترجمہ:- وہی (خدا) ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو ذلول بنایا (جوئے کے نیچے جھکی ہوئی مطیع و منقاد) پس اس کی وادیوں میں جدھر چاہو جاؤ اور اُس کے

رزق سے کھاؤ اور اسی کی طرف لوٹ کے جانا ہے۔ کیا
تم آسمان میں رہنے والی ہستی سے اس بات میں امن میں
آ گئے ہو کہ وہ تم کو زمین میں نابود کر دے اور تم دیکھو کہ
زمین چکر کھا رہی ہے۔ کیا آسمان میں رہنے والی ہستی
سے تم اس بات سے امن میں آ گئے ہو کہ وہ تم پر پتھروں
کا مینہ برسا دے۔ سو تم جان لوگے کہ میرا ڈرانا کیسا
سخت تھا۔

ان آیات میں قیام حیات کے قدرتی انتظام کا
ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو ذلول بنایا یعنی باوجود
اس کی تیزی اور تندی کے جوتے کے نیچے جھکا ہوا مطیع و
منقاد اور قابلِ رہائش۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کے کشادہ
رستوں میں ہم چلتے ہیں اور اس سے ہمیں رزق مہیا ہو رہا
ہے۔ آج سائنس نے ہمیں بتایا کہ زمین اپنے مدار پر
عموداً نہیں بلکہ جھکی ہوئی رواں دواں ہے۔ آفتابی
کشش ایسے زاویہ سے زمین پر ڈالی گئی کہ اس کے
قطبین مدار پر جھک گئے۔ اسی جھکاؤ کے باعث

۱۔ دن اور رات چھوٹے بڑے ہوتے ہیں۔

۲۔ سال کے مختلف وقتوں میں دوپہر کے وقت سورج
کی بلندی کم و بیشی ہوتی رہتی ہے۔

۳۔ موسم ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

۴۔ دونوں نصف کروں میں موسم ایک دوسرے
کے برعکس ہوتے ہیں۔

۵۔ سورج کی حرارت کے لحاظ سے زمین پر مختلف
منطقے پائے جاتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ زمین کے لئے ذلول کے لفظ کا استعمال نہایت
حکیمانہ ہے۔ اس لفظ کے بنیادی معنے دباؤ کے باعث
جھکنے کے ہیں۔ جو جھک جائے وہ چونکہ مطیع و منقاد
ہو جاتا ہے اس لئے اس کے دوسرے معنے
الانقیاد۔ السہولہ۔ اللّین۔ التواضع
کے بھی ہیں۔ یہ سب معنے زمین کی حالت پر چسپاں ہوتے
ہیں۔ مجھے یہاں بنیادی معنوں کی طرف توجہ دلانا ہے۔
یعنی زور، قہر اور دباؤ کے باعث جھکنا یا غضب کی تیزی
و سختی کا از خود مغلوب ہونا۔ یہ ہمیں معلوم ہے کہ ہماری
زمین مرکز گریز طاقت اور آفتاب کی کشش کے باعث
اپنے مدار میں قائم ہے۔ وہ آفتابی کشش کے جوتے
کے نیچے اپنے مدار پر جھکی ہوئی آفتاب کے گرد کوئی
بیس میل فی سیکنڈ کی رفتار سے رواں دواں ہے۔
خطِ استواء پر اس کے گھومنے کی رفتار ایک ہزار میل
فی گھنٹہ ہوتی ہے۔

زمین کی غضب کی تیزی کے باوصف اس کا
جھکاؤ اور قابلِ رہائش ہونا ایک معجزہ سے کم نہیں۔
مدارِ ارضی پر محورِ زمین اگر سرنگوں نہ ہوتا تو اس
عالمِ رنگ و بو کی ساری رونق فنا ہو جاتی۔ اسی جھکاؤ کے
باعث کشادہ راستوں پر ہم چلنے پھرنے کے قابل ہوتے
ہیں اور زمین سے رزق بہم ہوتا ہے۔ پھر فرمایا زمین
کی گردش میں اگر فرق آجائے اور وہ ڈگمگا جائے
تو انسان نابود ہو جائیں۔ اسی طرح آسمانی گولہ باری سے
بھی ہم محفوظ ہیں۔ شہاب ثاقب اس کثرت سے اور اتنی
بے پناہ رفتار سے زمین کی طرف آتے ہیں کہ اگر وہ فضا
میں تحلیل نہ ہوں تو امن اٹھ جائے اور تباہی و بربادی

اپنا دامن پھیلا دے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ اس
حفاظت کا اگر انتظام نہ ہو تو انسان کے لئے ایک لمحہ گزارنا
مشکل ہے۔ فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ
اَمْسَکَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ (فاطر ع۵)

ایک عظیم عالم طبیعات فرینک ایلن انہی حقائق
کی طرف ہمیں بایں الفاظ توجہ دلاتے ہیں:۔

"زندگی کو برقرار رکھنے کے لئے اس
کرۂ ارضی پر اتنے انتظامات نظر آتے
ہیں کہ یہ کسی طرح باور نہیں کیا جا سکتا کہ یہ
سب محض کسی بخت و اتفاق کا نتیجہ ہیں۔
اولاً یہ کرۂ زمین ایک گولے کی شکل میں
خلا میں معلق ہے اور اپنے قطبی محور پر
اس طرح گردش کر رہا ہے کہ اس سے
دن کے بعد رات اور رات کے بعد
دن آتا ہے۔ پھر یہ کرہ سورج کے گرد
بھی گھوم رہا ہے اور سال کی معین مدت
کے اندر اپنا ایک چکر پورا کرتا ہے یہ
حرکات خلا میں اس کو صحیح سمت میں قائم
رکھتی ہیں قطبی محور پر اپنے مدار کی جانب
اس کا ۲۳ درجہ جھکاؤ موسموں میں باقاعدگی
پیدا کرتا ہے جس کے نتیجے میں زمین کا
زیادہ سے زیادہ رقبہ آباد کاری کے
قابل ہو جاتا ہے اور مختلف انواع و
اقسام کی رنگا رنگ روئیدگی زمین کی
رونق و افادیت کو دوبالا کر دیتی
ہے۔ اگر یہ کرۂ زمین گردش کرنے
کے بجائے ساکن و جامد ہوتا تو نباتات
اور پیداوار میں تنوع اور گونا گوں
اقسام ممکن نہ ہوتیں۔

دوم ایسی گیسیں جو بقائے حیات
کے لئے ضروری ہیں۔ فضا میں تقریباً
پانچ سو میل کی بلندی تک محیط ہیں اور
ان کا نہایت دبیز پردہ کرۂ زمین کو
ان شہابوں کی تباہ کن بارش سے محفوظ
رکھتا ہے جو روزانہ دو کروڑ کی تعداد
میں تیس میل فی سیکنڈ کی رفتار سے
کرۂ ارضی کی فضا میں داخل ہوتے
ہیں[1]۔"

ایک دوسرے عالم فطرت زمین کے جھکاؤ کے
متعلق لکھتے ہیں:۔

"یہ تو ہم جانتے ہیں کہ کرۂ ارض
خلا میں بالکل سیدھا قائم نہیں
ہے بلکہ ۲۳ درجے کے قریب ایک
طرف جھکا ہوا ہے اور یہی انعطاف

---

1. Evidence of God in An Expanding Universe
اردو ترجمہ "خدا موجود ہے"
صفحہ ۳۰-۳۱

یا جھکاؤ ہمارے مختلف موسموں کی
تخلیق کرتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو
ہمارے دونوں قطبوں پر ایک دائمی
شفق چھائی رہتی اور آبی بخارات
سمندروں میں سے اڑ اڑ کر شمال
اور جنوب کی طرف بڑھتے اور برف
کے براعظم بناتے جاتے اور اس
کیفیت کا امکانی نتیجہ یہ ہوتا کہ ان
برفستان اور خطِ استوا کا درمیانی
علاقہ ایک صحرائے عظیم کی صورت
اختیار کر لیتا اور برف زاروں
کے دریا اپنے برفانی تودوں سے
چٹانوں کو چیر کر ان میں سے گزرتے
ہوئے گزرتے اور سمندروں کی شور
زدہ تلہٹیوں میں نمکین جھیلیں بناتے
چلے جاتے۔ پھر برف کے پہاڑوں
کا بارِ عظیم دونوں قطبوں کو اس قدر
دبا دیتا کہ زمین درمیان میں سے
ابھر کر پھٹ جاتی اور خطِ استوا
ایک مہیب خندق کی صورت میں
اس کے گرد پھیل جاتا۔ اسی عمل سے
سمندر سمٹ کر پستیوں میں چلے جاتے
اور خشکی کے وسیع و عریض قطعات
ابھر آتے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ
بارش اپنی موجودہ مقدار سے بہت کم
رہ جاتی اور یہ کمی ہر قسم کی زندگی کیلئے
بدرجۂ غایت تباہ کن ثابت ہوتی۔"[1]

ان حقائق سے ظاہر ہے کہ اپنے مدار پر زمین کا
سرنگوں ہونا بظاہر معمولی بات ہے لیکن کتنے عظیم الشان
نتائج اس سے پیدا ہوتے ہیں۔ قرآن حکیم نے ذلول
کے لفظ میں ارضی انعطاف کی طرف ایک لطیف اشارہ
کیا ہے اور بتایا کہ اس کے باعث انسان زمین کے
مناکب میں چلنے پھرنے کے قابل ہوا اور اسے رزق
بہم ہوتا ہے۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

1. Man Does not Stand Alone by A. Cressy Morrison.
اردو ترجمہ "خدا ہمارے ساتھ ہے" صفحہ ۲۶-۲۷

جناب ثاقب زیروی

تلقین

(اپنے ایک مہاجر احمدی عزیز کو احساسِ زیاں میں ڈوبا ہوا دیکھ کر)

پُرانے زخم کے ٹانکے نہ توڑو غم بڑھانے کو
ابھی تم کو مصائب کے نئے سانچوں میں ڈھلنا ہے

ابھی سے کیوں ہراساں ہو ابھی سے چین کیا معنی
ابھی تم کو دہکتی آگ کے شعلوں میں جلنا ہے

تلاشِ گوشہ ہائے عافیت میں نامرادی ہے
تمہیں تو دشمنوں کی چھاتیوں پر مونگ دلنا ہے

ابھی سے بندھ گئی ہچکی ابھی سے چھٹ گئی نبضیں
ابھی تو چرخِ کج رفتار کے ہمراہ چلنا ہے

پہاڑوں سے تمہیں ٹکرا کے رہنا ہے زمانے میں
تن آسانی کی مہلک آرزوؤں کو کچلنا ہے

تمہارے سامنے ہیں زندگی کے مرحلے لاکھوں
زمانے کو پلٹنا ہے ہوا کا رُخ بدلنا ہے

اگر ہے امنِ ساحل دور موجوں سے تو ہونے دو
تمہیں بپھرے ہوئے طوفاں کے پہلو میں مچلنا ہے

نئی راہیں۔ نئی دشواریاں ہیں پھر بھی چلنا ہے
جنہیں اکسیر بننا ہے انہیں بھٹی میں جلنا ہے

فیض احمد اسلم

غزل

ہر طرف موت کے سامان خدا خیر کرے
سخت مشکل میں ہے انسان خدا خیر کرے

ہر طرف لوٹ کی آندھی ہے فضاؤں پہ محیط
ہر طرف نوحؑ کا طوفان خدا خیر کرے

کل جسے چھو نہیں سکتی تھیں خزاں کی نظریں
اب وہ گلشن ہے بیابان خدا خیر کرے

مہر و ماہ جس کی صداقت کے گواہ ہیں اسکو
آج جھٹلاتے ہیں نادان خدا خیر کرے

آج ہیں وارثِ میراثِ رسولِ عربیؐ
وہ جو ہیں رہزنِ ایمان خدا خیر کرے

آج ہر قلب ہے بیگانۂ اسرارِ رسولؐ
آج ہر آنکھ ہے ویران خدا خیر کرے

فیضؔ مدت سے حوادث کی ہوا کے ہاتھوں
زلفِ ہستی ہے پریشان خدا خیر کرے

ارشاداتِ عالیہ

(مولانا عبدالرحمٰن صاحب انور پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود نے عرصہ قریب میں جو ارشادات اور ہدایات بعض احباب کے خطوں کے جواب میں دی ہیں اور جو ان مخصوص احباب کے علاوہ دوسرے احباب کے لئے بھی فائدہ بخش ہیں وہ بغرض افادہ درج ذیل ہیں۔

ایران کے ایک معمّر مخلص احمدی دوست نے جو موٹر ڈرائیور تھے اور عرصہ ۲½ سال سے فارغ ہو چکے ہیں انہوں نے ایک دوسرے احمدی ساتھی کو کہا کہ وہ حضور ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں اطلاع دیدیں کہ انہوں نے عرصۂ ملازمت میں ۹۰۰۰ ریال پس انداز کئے ہوئے ہیں ان کی خواہش ہے کہ وہ اس ساری رقم کو مسجد سوئٹزرلینڈ میں بطور چندہ دیدیں۔ انہوں نے جب اس معمّر مخلص دوست کی خواہش کو حضور ایدہ اللہ بنصرہ تک پہنچایا تو حضور نے فرمایا "ان سے کہیں ساری (رقم) نہ دیں۔ اپنی ضرورت کے لئے بھی رکھیں۔ کچھ رقم مسجد کے لئے دیکر ثواب میں شامل ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے"۔

ایک دوست نے حضور ایدہ اللہ بنصرہ سے دودھ کی تعبیر کے متعلق دریافت فرمایا۔ حضور نے فرمایا "دودھ کی تعبیر علم ہوتی ہے"۔

جنوبی افریقہ سے ایک احمدی دوست نے خط لکھا کہ ایک مہربان نے پہلے رشتہ دینے کا وعدہ کیا تھا اور میری درخواست برائے رشتہ پر خوشی کا اظہار بھی کیا۔ لیکن معلوم نہیں کیا وجہ ہوئی کہ اب ان کا ارادہ اپنے سابقہ فیصلہ کو بدلنے کا نظر آرہا ہے میرے لئے کیا ہدایت ہے۔ حضور نے فرمایا "کسی کے رشتہ میں کیا دخل دے سکتا ہوں۔ اگر ان کی مرضی نہیں تو آپ اور رشتہ تلاش کرلیں"۔

ایک عورت نے خواب میں دیکھا کہ وہ حضور ایدہ اللہ بنصرہ کے ہاں ملازم ہے۔ اور حضور حج بیت اللہ سے واپس تشریف لاکر احباب میں تحائف تقسیم کر رہے ہیں۔ اس خواب کی تعبیر دریافت کرنے پر حضور نے فرمایا "خواب اچھی ہے۔ میرا نام محمود ہے میرے گھر ملازم ہونے کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں حمد ملے گی"۔

ایک مخلص احمدی عورت نے حضور کی خدمت میں لکھا

کہ اس نے حج بیت اللہ تو کر لیا ہے لیکن بوجہ ضعف پیری مدینہ منورہ میں چالیس نمازیں نہیں پڑھ سکی جس سے طبیعت میں گھبراہٹ رہتی ہے کہ عرف عام کے لحاظ سے مکمل حج نہیں ہوا۔ حضور نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نیت کو دیکھتا ہے۔ اگر بندہ نیت رکھتے ہوئے کسی وجہ سے عبادت میں کمی بھی کر جائے تو اس کی نیت کے مطابق اس کو ثواب ملے گا۔"

ایک احمدی دوست نے درخواست کی کہ حضور کوئی دعائیہ کلمات بتلائیں تاکہ ان کو پڑھنے سے ہر شر سے محفوظ رہوں۔ حضور نے فرمایا "ربّ کلّ شیئٍ خادمک ربّ فاحفظنی وانصرنی وارحمنی کثرت سے پڑھا کریں۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے۔"

ایک دوست نے تربوز کی تعبیر دریافت فرمائی تو حضور نے فرمایا "خواب میں تربوز اچھا ہوتا ہے۔ دل کو ٹھنڈک دینے والی چیز ہے۔"

ایک دوست نے دریافت کیا کہ درثمین میں جو ایک نظم بزبان حضرت ام المومنین ہے اس کی کیا کیفیت ہے۔ کیا یہ نظم حضرت ام المومنینؓ نے بنائی تھی یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کی طرف سے بنائی تھی؟ حضور نے فرمایا "یہ نظم حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کہی ہے اور حضرت اماں جانؓ کے خیالات کو نظم فرمایا ہے۔"

ایک دوست نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک الہام کے متعلق دریافت کیا کہ یہ کس شخص کے متعلق ہے؟ حضور نے فرمایا "الہام کے ساتھ یہ ضروری نہیں کہ اس کا علم بھی دیا جائے کہ کس کے متعلق ہے۔ بعض دفعہ علم دیا بھی جاتا ہے۔ کبھی دفعہ نہیں بھی دیا جاتا۔"

ایک دوست نے خواب میں دیکھا کہ درختوں پر قد آور پرندے خاکی رنگ کے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اُس نے اُن کو کہا کیا تم آ گئے؟ ایک پرندے نے جواب دیا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ پرندے نے اتنی اونچی آواز سے یہ کہا کہ وہ خواب میں ڈر گیا۔ وہ خواب میں ان کو غیر ملکی فوجی سمجھتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اور ایسے پرندے بھی آسمان سے اُترے۔ حضور نے اس کی تعبیر میں فرمایا۔ "آسمان سے برکت نازل ہوگی۔"

"مجھے معلوم نہ تھا"

حضرت قاضی اکمل صاحب کی ایک اثر انگیز نظم

(مرسلہ:- محترم مولوی محمد یعقوب صاحب طاہر ربوہ)

۱۷ اپریل ۱۹۰۹ء کا ذکر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ درس القرآن کے لئے مسجد اقصیٰ میں تشریف لائے اور حضور نے سورۂ آل عمران کے پانچویں رکوع کا درس دیا۔ اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اُن انعامات کا ذکر فرمایا ہے جو اُس نے حضرت مریم علیہا السلام پر نازل کئے اور بتایا ہے کہ کس طرح اُن کے پیدا ہوتے ہی اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے ایسے سامان مہیا کئے کہ جن کے نتیجہ میں ان کی تربیت نہایت اعلیٰ درجہ کی ہوئی اور وہ ایک خدا نما وجود اور صدیقہ بن گئیں۔

ان مریمی صفات کے ذکر پر حضور کا ذہن قدرتی طور پر اللہ تعالیٰ کے اُن انعامات کی طرف منتقل ہو گیا جو اُس نے خود حضور کی ذاتِ والا صفات پر کئے تھے۔ اور حضور نے محبتِ الٰہیہ کے جذبات سے سرشار ہو کر فرمایا:-

"مَیں تمہیں کہاں تک سُناؤں، سُناتے سُناتے تھک گیا مگر خدا کی نعمتوں کے بیان کرنے سے میں نہیں تھکتا اور نہ مجھے تھکنا چاہیئے۔ اس نے مجھ پر بڑے بڑے فضل کئے۔ یہاں ایک اخبار کے ایڈیٹر نے اپنی نظم چھاپی "مجھے معلوم نہ تھا" مَیں اُسے پڑھتا اور سجدہ میں گر گر جاتا۔ چونکہ وہ بہت درد سے لکھی ہوئی تھی اس لئے اس نے میرے دردمند دل پر بہت اثر کیا۔ وہ صوفیانہ رنگ میں ڈوبی ہوئی نظم تھی۔ مَیں جس بات پر شکر کرتا وہ یہ تھی کہ خدا مجھ پر وہ وقت لایا ہی نہیں کہ (مَیں یہ کہوں کہ) "مجھے معلوم نہ تھا"۔ مَیں نے ہوش سنبھالتے ہی مولوی محرم علی، مولوی اسماعیل، مولوی اسحاق کی کتابیں نصیحۃ المسلمین، تقویۃ الایمان، روایاتُ المسلمین کو پڑھا اور ان سے توحید کا وہ سبق پڑھا کہ ہر غلطی سے بحمد اللہ محفوظ رہا۔ غرض خدا تعالےٰ جن کو نوازتا ہے عالمِ اسباب کو بھی ان کا خادم کر دیتا ہے۔"

(درس القرآن کے نوٹ ص۵۹)

یہ نظم جس کے متعلق حضور نے فرمایا کہ "اس نے میرے درد مند دل پر بہت اثر کیا" قارئین کی دلچسپی کے لئے ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ یہ نظم محترم قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل کی ہے جو اُن دنوں اخبار بدر کے اسسٹنٹ ایڈیٹر تھے۔

ــــــہ

عارضی رنگِ بقا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا
سُرمۂ چشمِ فنا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا

دل لیا پہلے تو پھر دولتِ ایماں چھینی
دلربا۔ دین رُبا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا

پیدا ہونے کے یہ معنے ہیں فنا ہو جائے
جینا پیغامِ قضا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا

پیٹ چیر اگیا سیپیوں کا یتیموں کے سبب
پرورش کا یہ صلا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا

مہ و خور دیکھ کے کہتا ہوں انہی نوروں میں
وہ مرا نور چھُپا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا

جس پہ چھپے امر پہ خورشید نہاں ہو ہو کے
روشنی ڈال رہا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا

حلقۂ گیسوئے پیچاں میں پھنسا طائرِ دل
یہ بھی اک دامِ بلا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا

آن کی آن میں جو بامِ فلک پر پہنچے
آہ کا تیرِ رسا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا

جس نے فردوس میں پائی ہے حیاتِ ابدی
کُشتۂ تیغِ ادا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا

حُسن کے پردے میں تھا حُسنِ رُخِ دل افروز
یار میں یار چھُپا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا

ہاں خموشی میں بتوں کی تھی خدا کی آواز
قبلہ اِک قبلہ نما تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا

خون پر خون ہوا آرزوؤں کا میری
دل بھی گنجِ شہدا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا

داغ پر داغ دیئے لالہ رخوں نے اتنے
سینہ میں باغ کھِلا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا

بُت تو مخلوق ہیں اور پیار کے قابل دراصل
خالقِ ارض و سما تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا

اِک خزانہ کی حفاظت کے لئے اللہ سے
یعنی زلفِ دوتا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا۔

کچھ تعلق ہی مجاز اور حقیقت میں نہیں
وہ جدا تھا یہ جُدا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا

جن عزیزوں سے توقع تھی وفا کی۔ ہر ایک　　بانیٔ جور و جفا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا

سخت نادانی تھی مَیں نے جو کہا یہ "میرا"　　جو مرا تھا وہ ترا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا

بعد مدت کے یہ سمجھا ہوں کہ آئینِ جہاں　　ہمہ تزویر و دغا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا

آ کے جلوت میں نہیں پایا بجز رنج و الم　　اُسی خلوت میں مزا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا

رات دن مجمعِ احباب مرے گھر رہنا　　اس سے اِک حشر بپا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا

گاہے گاہے نگہِ لطف و کرم کا پڑنا　　ایک تمہیدِ جفا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا

جس نے موسیٰ کو کیا غش وہ ترا ہی اے دوست　　جلوۂ ہوش رُبا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا

کشتیٔ عمر نہ گرداب بلا میں آتی　　ناخدا میرا خدا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا

پرتوِ خالِ سیاہِ رُخِ محبوبِ ازل　　زُہرۂ پُر ضیا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا

یونہی اکملؔ مَیں رہا شیفتۂ حُسنِ بُتاں
میرا محبوب خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا

ماہنامہ تشحیذ الاذہان کے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا ارشادِ گرامی

"ربوہ سے احمدی بچوں کے لئے ایک رسالہ "تشحیذ الاذہان" کے نام سے شائع ہوتا ہے۔ دراصل یہ رسالہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جاری کیا تھا۔ پھر عرصہ تک یہ بند رہا۔ اب یہ بچوں کے لئے شائع ہوتا ہے اور بہت اچھا کام کر رہا ہے۔ بچوں کے لئے بڑا ہی مفید ہے۔ مَیں نے دیکھا ہے گھروں میں بچے اسے بڑی دلچسپی اور شوق کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ مَیں اسے بھی بکثرت خریدنے کی تحریک کرتا ہوں۔ اگر دوست اپنے بچوں کے نام یہ رسالہ جاری کرائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ ان کی اخلاقی اور دینی تربیت اور ترقی کے لئے یہ بہت مفید ثابت ہوگا۔"

(اقتباس از تقریر بموقع مجلس مشاورت ۱۹۶۳ء)

جناب شیخ عبدالقادر صاحب لاہور

مغربی شاعر سے متاثر ہو کر

"میں نے پھولوں کو بطونِ سنگ سے پھوٹتے دیکھا ہے اور کریہہ منظر انسانوں کو مہربان اور وفا پیشہ پایا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ بدترین گھوڑے نے گھوڑ دوڑ میں سونے کا پیالہ جیت لیا۔ اسی لئے مجھے اپنے آپ پر اعتماد ہے۔" (ایک مغربی شاعر)

بطونِ سنگ سے پھوٹے شگوفے
زمینِ شور ہے سبزہ پہ مائل
بجا ہے ناتراشیدہ ہوں اب تک
میں ہوں نیرنگیٔ قدرت کا قائل
مئے عرفان سے سرشار ہو کر
جہالت کے لئے تلوار ہو کر
نئے جذبے بسا کر دل میں اپنے
نئی دنیا کے میں دیکھوں گا سپنے

وہ جب شرمندۂ تعبیر ہوں گے ؛ نئے ماحول پھر تعمیر ہوں گے
اور اُن کی چھاؤں میں دنیا بسے گی ؛ نئی اقدار سے روشن رہے گی

یہ دل پُر اعتماد و پُر یقیں ہے

ایک کامیاب مبلّغ کی سرگزشت

حضرت مولانا رحمت علی صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا کے خود نوشت ایمان افروز تبلیغی حالات

۱۱

تسکملایا

جب میں پہلے پہل گاروت کے علاقہ میں گیا تھا تو وہاں عیسائی پادری بڑے زوروں پر تھے اور اپنے زعم میں وہ مسلمانوں کے ایک بڑے حصہ کو عیسائی بنایا ہی چاہتے تھے۔ میں نے محمد طیب صاحب احمدی کو وہاں بھیجا کہ وہ عیسائیوں سے میرے مباحثہ کا بندوبست کریں۔ محمد طیب صاحب اس علاقہ سے واقف تھے انکی کوشش سے مباحثہ ہوگیا جس میں ہمیں بڑی کامیابی ہوئی اور عیسائی پادری وہاں سے رخصت ہو گئے۔ یہ شکست ایسی نہ تھی جسے عیسائی آسانی سے بھول سکتے کیونکہ ہم نے کئی سو مسلمانوں کو عیسائی ہونے سے بچا لیا تھا۔ چنانچہ اس واقعہ کے چند ہفتہ بعد میں تسکملایا لیکچر دینے کے لئے گیا تو معلوم ہوا کہ عیسائی پادری وہاں اپنے آپ کو منظم کر چکے ہیں اور فیصلہ کئے بیٹھے ہیں کہ وہاں میری تقریر نہیں ہونے دیں گے۔ ان پادریوں نے عام مسلمانوں کو بھی ہمارے خلاف اکسانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ ان کے بھرّے میں نہ آئے۔ آخر ان پادریوں نے حکومت کی طرف رجوع کیا اور کہا کہ نقضِ امن کا سخت خطرہ ہے اس لئے یہ تقریر یہاں نہ ہونے دی جائے۔ ہم اشتہارات کے ذریعے اعلان کر چکے تھے کہ میری یہ تقریر فلاں تاریخ کو اتنے بجے فلاں ہال میں ہوگی۔ میں ابھی بتا دیتی ہی میں تھا کہ مجھے پتہ چل گیا کہ میری تقریر وہاں نہ ہو سکے گی۔ اس پر بھی میں چند دوستوں کو ہمراہ لے کر اس ہال کے سامنے پہنچ گیا۔ ہال مقفّل تھا اور اس کے گرد پولیس پہرہ دے رہی تھی۔ سامنے ایک نوٹس بورڈ آویزاں تھا جس پر سرکاری حکم مرقوم تھا کہ آج یہاں تقریر نہیں ہوگی۔ میں وہاں رُک گیا اور پولیس والوں سے چند منٹ باتیں کرتا رہا۔ کچھ اشتہار کا اثر، کچھ پولیس کی موجودگی کی وجہ اور کچھ میرے وہاں پہنچ جانے کا اثر کہ لوگ وہاں اکٹھے ہونے شروع ہو گئے۔ چند منٹ بعد میں نے اعلان کر دیا کہ جو لوگ مجھ سے باتیں کرنا چاہیں وہ میرے ساتھ آ جائیں۔ چنانچہ انہیں ساتھ لے کر میں ایک مکان میں چلا گیا جس کا پہلے سے ہم

بندوبست کر چکے تھے۔ وہاں میں نے ان سب لوگوں کو دل کھول کر احمدیت کی تبلیغ کی اور علمی رنگ میں بھی ان کے بعض اعتراضات کا جواب دیا۔ اس کے بعد میں چند دن وہاں ٹھہرا رہا اور تبلیغ ہوتی رہی۔ رفتہ رفتہ پولیس کو یہ یقین آگیا کہ میری تقریر سے کسی نقص امن کا اندیشہ نہیں۔ چنانچہ ہم نے ایک اور ہال میں کھلے بندوں بڑے پیمانہ پر جلسہ کیا۔ اب خدا کے فضل سے وہاں اور اس کے ارد گرد دیگر دیہات میں ہماری اچھی خاصی جماعت پیدا ہو چکی ہے۔

جی سلاڈا

جی سلاڈا ایک گاؤں ہے۔ یہ ماسرنلاشا کے قریب واقع ہے۔ جب میں پہلے پہلے وہاں گیا تو ایک مکان پر چند لوگوں سے باتیں ہوئیں۔ میں ان کی علاقائی زبان میں بے تکلفی سے گفتگو نہ کر سکتا تھا اس لئے ایک ترجمان کے توسط سے میں نے اپنے خیالات ان لوگوں پر ظاہر کئے۔ دو اڑھائی گھنٹے کی گفتگو کے بعد ان لوگوں نے خواہش ظاہر کی کہ میں اس قسم کی باتیں ان سے اکثر کیا کروں۔ چنانچہ میں نے ان سے طے کر لیا کہ میں ہر پندرہ دن کے بعد ان کے پاس آجایا کروں گا۔ بوگر کی جماعت سے چند افراد میرے ہمراہ ہوتے اور ہم وہاں جا کر تبادلۂ خیالات کرتے۔ رفتہ رفتہ وہاں کے لوگ احمدیت میں داخل ہونے شروع ہوئے اور اب سارا گاؤں احمدی ہو چکا ہے۔ اس گاؤں کو جانے کے لئے کوئی اچھا راستہ نہ تھا، کوئی مسجد نہ تھی۔ حفظانِ صحت کے اصول بھی کسی کو معلوم نہ تھے۔

اب یہ حالت ہے کہ ایک مسجد تعمیر ہو چکی ہے۔ گاؤں سے بڑی سڑک تک راستہ بن چکا ہے۔ لوگوں میں صفائی رکھنے کا خاص خیال پیدا ہو گیا ہے۔

یہاں کے لوگ اخلاص میں بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ اپنے بچوں کو حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی نظمیں زبانی یاد کراتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی صحت کے لئے تمام مرد اور عورتیں اکثر بالالتزام دعائیں کرتے ہیں۔ اور اکثر عورتیں محض اس لئے اپنے ہاتھ سے کپڑا بُننا سیکھتی ہیں کہ وہ اپنے ہاتھ سے بُنا ہوا کپڑا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں روانہ کر سکیں۔ لوگ کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ اور تجارت بھی۔ فصلوں کے بونے اور کاٹنے کا وقت ہو تو یہ تمام لوگ آپ کو اس گاؤں میں ملیں گے۔ یہ اوقات گزر جانے پر یہ لوگ شہروں میں منتقل ہو جاتے ہیں اور تجارت کرتے ہیں۔ ان کی عورتیں تجارت اور زمینداری میں ان کے ساتھ برابر کام کرتی ہیں۔

پُرواکرتو

ایک دفعہ میرزا ولی احمد بیگ صاحب پیغامی نے مجھے دعوت دی کہ میں پُرواکرتو جا کر مسئلہ تقدیر پر لیکچر دوں۔ مرزا صاحب ان دنوں پیغامیوں کی طرف سے وہاں کام کرتے تھے اور ان کا طریق عمل یہ تھا کہ جماعت احمدیہ میں خلافت کے متعلق اختلاف کا ذکر کسی سے نہ کیا جائے۔ چنانچہ مسئلہ تقدیر پر لیکچر ختم کرنے

کے بعد عام گفتگو میں مَیں نے لوگوں سے بات چیت کرنی شروع کی تو جب بھی مَیں حضرت مسیح موعودؑ اور خلافت کا ذکر شروع کرتا مرزا صاحب کوئی دوسری بات چھیڑ کر مجھے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتے۔ اُن کے بار بار ایسا کرنے پر آخر مجھ سے نہ رہا گیا اور مَیں نے عرض کر ہی دیا کہ آپ ایک پیغامی مبلغ ہیں۔ لازماً آپ کبھی نہ کبھی قادیان گئے ہوں گے پھر متنازعہ فیہ مسئلہ پر آپ کو اپنے نقطۂ نگاہ سے عبور حاصل ہوگا آپ ان لوگوں کو سارا مسئلہ کیوں صاف طور پر نہیں بتا دیتے تاکہ یہ تحقیقات کر کے خود کسی نتیجے پر پہنچ سکیں۔ مرزا صاحب نے مجھے بتایا کہ وہ کبھی قادیان نہیں گئے اور لاہور میں بھی ان کا قیام مختصر ہی رہا۔ مَیں نے جواب دیا کہ اس سے معلوم ہوا آپ خود بھی پوری طرح ابھی تک تحقیقات نہیں کر پائے تاہم حضرت مسیح موعودؑ کی کتابیں موجود ہیں ان کو پڑھ کر آدمی سب کچھ سیکھ سکتا ہے۔ پاس ہی سے ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے کُل کتنی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں؟ مَیں نے بتایا کہ اشتہارات وغیرہ کے علاوہ ان کتب کی تعداد اسّی ہے۔ یہ سُنکر مرزا ولی احمد بیگ صاحب کا رنگ اُڑ گیا۔ بات دراصل یہ تھی کہ انہیں خود بھی حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں کی تعداد کا علم نہ تھا۔ انہوں نے لوگوں سے صرف "براہین احمدیہ" اور "اسلامی اصول کی فلاسفی" کا ذکر کر رکھا تھا۔ اس کے بعد مَیں وہاں سے آگیا۔ دوسری مرتبہ مَیں وہاں خود گیا اور ایک ہال میں لیکچر دیا جس میں شہر کے بے شمار معززین خاص طور پر مدعو تھے۔ اب میرے وہاں جانے کا سلسلہ قائم ہوگیا اور مَیں تبلیغ کے لئے وہاں پہنچ جاتا رہا۔

سنجر

یہ شہر توگو سے چالیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس شہر کے رہنے والے چند آدمی جو تاوی میں مقیم تھے احمدی ہوگئے۔ ان میں کرتا اتماجا، محی الدین، عبدالرحمٰن اور عیسٰے مرحوم خاص طور پر اپنے اخلاص اور جوشِ ایمان کی وجہ سے قابلِ ذکر ہیں۔ قدرتی طور پر ان کی یہ خواہش تھی کہ اُن کے وطن میں بھی احمدیت کا ڈنکا بجے۔ چنانچہ ان کی کوشش سے وہاں کے ایک ہال میں صداقت مسیح موعودؑ پر میرے لیکچر کا اہتمام ہوگیا۔ اس لیکچر کے متعلق سُن کر بعض مخالف علماء بہت جزبز ہوئے۔ قرائن بتاتے تھے کہ شاید مباحثہ کی صورت پیدا ہو جائے اس لئے ہم وہاں جاتے وقت تمام ضروری کتابیں ساتھ لیتے گئے مگر وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ مباحثہ تو نہ ہوگا البتہ ایک عالم نے اپنے بہت سے شاگردوں کو جمع کر لیا ہے کہ وہ میرے لیکچر کے دَوران میں شور مچائیں اور نظامِ جلسہ کو درہم برہم کر دیں۔

لیکچر شروع ہوا اور ختم ہوگیا لیکچر کے دَوران میں کسی کو بولنے کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکچر کے اختتام پر بعض لوگوں نے شور ڈالنے کی کوشش کی جسے سختی سے دبا دیا گیا۔ اب اس عالم کا ایک شاگرد اٹھا اور مجھ پر سوالات کرنے کی اجازت مانگتے ہوئے بولا "یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب جب تک

زندہ رہے ہمیں ان کا علم نہ ہوا یہاں تک کہ ہمیں ان کی
وفات کا بھی پتہ نہ چلا لیکن اب جبکہ انہیں فوت ہوئے
بھی رُبع صدی کے قریب گزر چکی ہے اُن کے بعض
ماننے والے یہاں ہم سے مذاق کرنے کے لئے آ گئے
ہیں"۔ میں نے جواب دیا کہ معلوم ہوتا ہے یہ آپ کی
خاندانی روایات کا نتیجہ ہے کہ ایسا ہوا۔ حضور سرورِ
کائنات اس دنیا میں تشریف لائے، دنیا کو حضورؐ نے
اپنی طرف بلایا۔ سعادت مند لوگ آپؐ کے حلقۂ غلامی
میں آ گئے اور وہ لوگ کامیاب رہے۔ اس کے بعد
حضورؐ کا وصال ہو گیا لیکن آپ کے آباؤ اجداد کو نہ اُن
کی بعثت کا علم ہوا اور نہ وصال کا۔ لیکن صدیوں بعد
جا کر آپ کے آباؤ اجداد مسلمان ہوئے۔ اب حضرت
مسیح موعودؑ دنیا میں تشریف لائے تو آپ کا ستارہ بھی
کچھ آپ کے آباؤ اجداد کے ستارہ سے مختلف ثابت
نہ ہوا۔ آپ کو نہ حضرت مرزا صاحب کی بعثت کا علم ہوا
اور نہ اُن کے وصال کا۔ جس طرح آپ کے آباؤ اجداد
حضور سرورِ کائناتؐ پر بالآخر ایمان لے آئے تھے اُسی
طرح آپ بھی حضرت مرزا صاحبؑ پر ایمان لے آئیں گے لیکن
بعد از رسوائی بسیار۔ یہ مسکت جواب سُن کر اس عالم
کے حوصلے پست ہو گئے اور اب اس نے کسی ایک شاگرد
کو میرے سامنے کھڑا کرنے کی بجائے کاغذ کے چند
پُرزوں پر لکھے ہوئے اعتراضات اپنے شاگردوں میں
تقسیم کرنے شروع کر دیئے۔ تاکہ جلسہ گاہ کے ہر گوشہ سے
وہ بھانت بھانت کی بولیاں بولنا شروع کر دیں۔ اس پر
میں نے اُٹھ کر کہا کہ پردے کے پیچھے بیٹھ کر باتیں کرنا
عورتوں کا کام ہے آپ اپنے شاگردوں کو اپنا پردہ نہ
بنائیں سامنے تشریف لا کر جو پوچھنا ہو مجھ سے پوچھئے۔
اس پر وہ عالم صاحب کھڑے ہوئے اور ایک نوٹ بک
کو سامنے رکھ کر کچھ عبارت پڑھنی شروع کر دی جس کا
مفہوم یہ تھا کہ حضرت مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کو گالیاں دی ہیں۔ میں نے حوالہ پوچھا کہ کہاں گالیاں دی
ہیں تو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف
"انجام آتھم" کا نام لیا۔ میں نے انجام آتھم اس کے
ہاتھ میں دی اور کہا کہ بتائیے اس میں کہاں حضرت عیسیٰ کو
گالیاں دی ہیں؟ اب انہوں نے بغلیں جھانکنی شروع کیں،
اور بے حد گھبرائے۔ ان کی حرکات سے مترشح تھا کہ انجام آتھم
کا نام تو انہوں نے سُن رکھا تھا مگر اس کتاب کو دیکھنے کا
کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا۔ میں نے عوام کی توجہ اس حقیقت
کی طرف مبذول کرائی اور چند منٹ کے بعد اس عالم
سے کہا آپ نے یہ کتاب پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ آپ کا یہ
اعتراض فرضی تھا اب کوئی اور اعتراض کیجئے میں اس کا
بھی جواب دوں گا مگر ساتھ ہی ضروری حوالہ ضرور بتائیے۔
عالم صاحب فرمانے لگے حضرت مرزا صاحب نے اپنی تصنیف
"خطبہ الہامیہ" کے آخری صفحات میں لکھا ہے میں خاتم النبیین
ہوں حالانکہ خاتم النبیین حضور سرورِ کائناتؐ تھے۔ میں نے
عوام کو توجہ دلائی کہ ان کا یہ اعتراض بھی ایک ڈھکوسلہ
ہے۔ اور زیادہ وقت کو ضائع کرنا نامناسب سمجھتے ہوئے
میں نے وہ صفحہ نکال کر عوام کو دکھایا جس پر حضور سرورِ
کائناتؐ کو چار پانچ دفعہ خاتم النبیین لکھا ہے۔ پھر
کتاب ان کے ہاتھ میں دیتے ہوئے میں نے انہیں موقع دیا

کہ وہ اپنا حوالہ خود تلاش کریں۔ وہ ورق اُلٹاتے رہے مگر اس طرح کہ ہاتھ کانپ رہے تھے اور چہرے پر ہوائیاں چھوٹ رہی تھیں۔ لوگوں نے انہیں سخت ملامت کی اور بُرا بھلا کہا۔ جلسہ برخاست ہوا تو انہوں نے اپنے شاگردوں سے فساد کرانے کی کوشش کی۔ ہمارے احمدی دوست بھی جوش میں آچکے تھے مگر میں انہیں بمشکل سمجھا بُجھا کر اپنے ہمراہ لے آیا۔ اس طرح ایک بہت بڑا فساد ہوتے ہوتے رہ گیا۔ اُس عالم سے اور تو کچھ نہ ہو سکا لیکن جب جاپان انڈونیشیا پر مسلط ہوا تو انہوں نے دو احمدیوں پر یہ الزام لگایا کہ یہ کہتے پھرتے ہیں جاپان کا بوریا بستر یہاں سے اُٹھ جائے گا اور انجام کار فتح اتحادیوں کو ہوگی۔ پھر اُس نے دو ایک جھوٹے گواہ پیدا کئے اور باقاعدہ گورنمنٹ کو اطلاع دی۔ ان احمدیوں پر مقدمہ چلا اور جھوٹے گواہوں کی شہادت پر انہیں تین سال قید بامشقت کی سزا دے دی گئی۔ بعد میں کچھ ایسا خدا کا تصرف ہوا کہ پہلے تو وہ مجسٹریٹ جس نے ان احمدیوں کو سزا دی تھی اور ان کا مذاق اُڑایا تھا خود بیمار ہوا اور انتہائی تکلیف کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اس کے بعد جھوٹی گواہی دینے والے آدمی یکے بعد دیگرے سخت ذلّت کا شکار ہوتے اور دیکھنے والوں کے لئے عبرت کا سامان بنے۔ ان کے اپنے بھائی بند اور ہم عقیدہ لوگ ان کے متعلق برملا کہتے تھے کہ یہ سزا انہیں احمدیوں کے خلاف جھوٹی گواہی دینے کے بدلے مل رہی ہے۔

مذکورہ بالا لیکچر کے بعد احمدیت کے متعلق لوگوں میں تحقیق کا بہت شوق پیدا ہوا اور جلد ہی وہاں ہماری جماعت قائم ہو گئی۔ وھذا من فضلِ ربّی

(باقی)

★ تم اس طرح سے خدمتِ دینِ ہدیٰ کرو

ملک عبداللطیف ظہورؔ

سینہ میں اپنے اک نئی پیدا نوا کرو
تبلیغِ حق کی ہر جگہ پیدا فضا کرو

اک آگ سی لگی ہو تڑپ میں نماز کے
اس کے حضور اس طرح اپنی دعا کرو

دنیا کے لوگ لاکھ ہی تم پہ جفا کریں
ہر بار تم جو اُن سے کرو تو وفا کرو

تبلیغِ حق کا شوق ہو دل میں بھرا ہوا
تم اس طرح سے خدمتِ دینِ ہدیٰ کرو

احمدؑ نے جو لگایا تھا پودا زمین میں
اشکِ سحر سے تم اُسے ہر دم ہرا کرو

مرنا جو ہے ظہورؔ تو حق پر مرو مدام
جینا جو ہے تو راہِ خدا میں جیا کرو

مستقل فیچر

بیادگار حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ

قبول احمدیت کی دلچسپ داستان

(مکرم میاں نظام الدین صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ ڈیریانوالہ۔ نارووال)

خاکسار کا سن پیدائش ۱۸۸۰ء ہے۔ اوائل شباب میں میرا اہل حدیث کے مکتب فکر سے گہرا تعلق تھا۔ موضع ڈیریانوالہ میں اہل حدیث کی مسجد کی امامت بھی میرے سپرد تھی۔ انہی ایام میں اہل سنّت کے ساتھ میرے کئی مناظرے بھی ہوئے جن میں میں اہل حدیث کے مسلک کو بڑے جوش و خروش سے پیش کیا کرتا۔ انہی دنوں میں حضرت مسیح موعودؑ کا تذکرہ اکثر ہوتا رہتا تھا مگر میں نے احمدیت کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ ۱۹۰۸ء میں ایک عبرتناک واقعہ نے مجھے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر غور و خوض کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس عبرتناک واقعہ کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں۔

مولوی ابوالحسن محمد عبداللہ نام میرا ایک رشتہ دار امرتسر میں مولوی محمد اسحاق صاحب اہل حدیث کے پاس پڑھتا تھا۔ اُس نے وہیں مولوی فاضل تک تعلیم بھی پائی۔ ۱۹۰۸ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے ایام میں اس نے حضرت اقدس کے خلاف ایک نہایت ناپاک کتاب "کامن مرزا" کے عنوان سے شائع کی۔ مگر اس دل آزار کتاب کی اشاعت کے تین چار ماہ بعد مولوی محمد عبداللہ کو شدید قسم کی طاعون ہوئی۔ مسجد میں ہی اس پر مرض کا حملہ ہوا اور شدت اختیار کر گیا۔ رات کے وقت وہ مسجد کے محراب میں رکھی ہوئی کتابوں کی الماری کے پیچھے چلا گیا اور وہیں دم توڑ دیا۔ تین چار دن بعد جب مسجد میں سخت بدبو پھیلی تو لوگوں کو اس کی موت کا علم ہوا۔۔۔۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد طاعون سے اس کے عبرتناک انجام نے میری توجہ احمدیت کی طرف مبذول کرا دی ۔۔۔۔ اسی اثنا میں میرے ایک اہل حدیث دوست چوہدری اللہ دتہ صاحب نمبردار خانانوالی میانوالی نے احمدیت قبول کر لی۔ ان کی تبلیغ و تبشیر سے خاکسار نے بھی بفضلہ تعالیٰ ۱۹۱۹ء میں حق کو شناخت کر لیا۔ اس وجہ سے میرے پیچھے نماز پڑھنے والے اہل حدیث نے نماز پڑھنا چھوڑ دی لیکن بہت جلد ڈیڑھ صد افراد نے احمدیت قبول کر لی۔ یہ فہرست حضرت سید ڈاکٹر عبدالستار شاہ صاحبؓ (جو ان دنوں رعیہ ہسپتال میں ڈاکٹر تھے) کے توسط سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں بیعت کی غرض سے بھیجی گئی۔ ان خوش قسمت اصحاب کے نام "الفضل" مورخہ ۲۲ راگست ۱۹۱۹ء میں مطبوعہ ہیں۔ حضرت صاحب کی طرف سے بیعت کی منظوری

کا گرامی نامہ موصول ہونے کے بعد حضرت صاحب کے ارشاد پر مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری بھی ڈیریانوالہ میں تشریف لائے۔ وہاں ایک مولوی کے ساتھ مناظرہ بھی ہوا (الفضل ۲۵ اکتوبر ۱۹۱۹ء) بعد ازاں ہم چھ سات افراد قادیان بھی گئے۔ اور ۲۳ جون تک دار الامان کی برکات سے فائدہ اٹھایا۔ ہماری واپسی کے موقع پر حضور نے پنجابی زبان میں ایک مؤثر تقریر بھی ارشاد فرمائی۔ (الفضل یکم دسمبر ۱۹۱۹ء)

حضور نے جماعت کے چیدہ چیدہ بزرگوں مثلاً حضرت حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ، حضرت حافظ جمال الدین صاحب رضی اللہ عنہ، حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی رضی اللہ عنہ وغیرہ کو ڈیریانوالہ جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہاں ایک اور کامیاب مناظرہ ہوا۔ اس کے بعد مخالفت بھی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ثمر احمدیت کی ترقی کی صورت میں دیئے۔ اس وقت بفضلہ تعالیٰ ڈیریانوالہ میں ایک اچھی خاصی جماعت ہے جو تقریباً چار سو افراد پر مشتمل ہے۔ الحمد للہ علی ذالک

راشد چودھری ربوہ

عزائم

"ہویدا آج اپنے زخمِ پنہاں کر کے چھوڑوں گا
لہو رو رو کے محفل کو گلستاں کر کے چھوڑوں گا"

یہ مانا دشت کو گلشن بنانا سخت مشکل ہے
میں صحراؤں کو بھی رشکِ بہاراں کر کے چھوڑوں گا

بکھیروں گا فضاؤں میں میں پیغامِ محبت کو
اسے میں صورتِ نافہ پریشاں کر کے چھوڑوں گا

وطن کی خاک کو بخشوں گا مہر و ماہ کی تابانی
میں ہر ذرّے کو اک شمعِ فروزاں کر کے چھوڑوں گا

بناؤں گا میں رشکِ محفلِ انجم جوانوں کو
ہر اک خادم کو راشد ماہِ تاباں کر کے چھوڑوں گا

مقابلہ مضمون نویسی

تحریک جدید کے مالی نظام میں مخلصینِ جماعت کے وعدے بڑی اہمیت رکھتے ہیں اس لئے ہر احمدی میں ایفائے عہد کا وصف پیدا کرنا از بس ضروری ہے۔ جملہ صاحبِ قلم حضرات سے التماس ہے کہ "ایفاءِ عہد" کے عنوان پر اپنے قیمتی خیالات تحریر فرما کر خاکسار کو ارسال فرما دیں۔ یہ مضامین وقتاً فوقتاً الفضل اور دیگر جماعتی جرائد میں اشاعت کیلئے بھجوائے جاتے رہیں گے۔ اور اوّل و دوم و سوم قرار پانے والے مضمون نویس حضرات کو انعامات بھی دیئے جائیں گے۔

(وکیل المال اوّل تحریک جدید ربوہ)

جنید ہاشمی بی-اے

انتخاب و اقتباس!

ہمت مرداں، مددِ خدا

پیرو (جنوبی امریکہ) کے رہنے والے ایک سمندری ملاح "تور ہیردہل" کے دماغ میں یہ دُھن سمائی کہ بحرالکاہل کے جنوبی جزیروں میں رہنے والے لوگ دراصل جنوبی امریکہ کے باشندے ہیں۔ جو قدیم زمانے میں درختوں کے تنے سے بنی ہوئی تختہ نما کشتیوں پر بحری رَوؤں اور تجارتی ہواؤں کی مدد سے ان جزیروں میں آباد ہو گئے تھے۔ اور اس کا ثبوت پیش کرنے کے لئے اس نے اپنے چھ دیگر ساتھیوں کی مدد سے ۹ گیلیوں کو باہم جوڑ کر ایک کشتی نما تختہ بنایا اور چار مہینے میں چار ہزار میل کا بحری سفر ہزار دقتوں اور بے شمار صعوبتوں کے بعد کامیابی سے کر دکھایا۔ اس نے اپنے سفر کی دلچسپ داستان اپنی کتاب "کونٹکی" (KONTIKI) میں لکھی ہے۔ اس کتاب میں جہاں ان چھ آدمیوں کی بہادری، ہمت اور دُکھ برداشت کرنے کی قوت کا ثبوت ملتا ہے وہاں ہماری دلچسپی کے لئے خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ عجیب و غریب مخلوق اور ان کی روزی و رزق کے سامان مہیا ہونے کا بھی ذکر ملتا ہے۔ ان دُور دراز پانیوں کے اندر خدا تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے جگہ جگہ نظر آتے ہیں بلکہ تہذیب و تمدن اور آبادی سے ہزارہا میل دُور جہاں صرف نیلا آسمان اور سیاہ پانی ہی چاروں طرف دکھائی دیتا ہو اُن کے

چھ بندے ایک تختہ پر بیٹھے ہوئے متلاطم سمندر کی لہروں اور طوفان و باراں کے تھپیڑوں میں کس طرح زندہ بچے۔ خدا تعالیٰ کی غیبی امداد اور پوشیدہ سہارے کا زندہ ثبوت ہے کشتی تو محض ایک بہانہ تھی جو بلساں درخت کی نو گیلیوں کو سَن کے رسّوں سے باندھ کر بنائی گئی تھی۔ اس میں لوہے یا دھات کی ایک کیل بھی نہیں ٹھونکی گئی تھی۔ اس پر بانس کی تیلیوں سے بنا ہوا ایک کمرہ ۸ × ۱۴ فٹ تھا۔ جس کو کیلے کے پتّوں سے اِرد گرد ڈھانپ دیا گیا تھا۔ سائنسدانوں اور سمندری ماہروں نے فتویٰ دے دیا تھا کہ یہ تختہ سمندر میں چند روز بھی تیر نہیں سکے گا لیکن وہ اپنے ارادے کی طاقت، علو ہمتی اور اولوالعزمی کے طفیل اس مہم میں کامیاب ہو گئے۔ اس دلچسپ کتاب کا ذیل میں ایک اقتباس دیا جاتا ہے جس سے خدا تعالیٰ کی صفتِ رزاقیت کا اظہار ہوتا ہے:-

"ہمیں اپنے گھر سے نکلے ہوئے آٹھ ہفتے ہو چکے تھے۔ لیکن ہمیں نہ تو کسی آتے جاتے جہاز کا نشان نظر آیا اور نہ ہی کوئی پانی پر تختہ وغیرہ تیرتا ہوا دکھائی دیا جس سے اندازہ ہو سکتا کہ دنیا میں کوئی انسان بھی بستا ہے لیکن ہمارے دلوں میں ایک طرح کا اطمینان اور آزادی ضرور محسوس ہوتی تھی۔ تمام سمندر گویا ہمارے سپرد تھا۔

سمندر کی وسعتوں اور پہنائیوں کے درمیان ایک
تختہ پر بیٹھے ہوئے ہمیں متمدن اور مہذب انسانوں کے
مسائل جعلی اور خیالی معلوم ہوتے تھے۔ صرف عناصر
اور خدا کی قدرت کے مظاہر کا چاروں طرف
دَور دَورہ تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ سمندر نے ہمیں
اپنی گود میں اٹھایا ہوا ہے اور تجارتی ہواؤں کے
دوش پر ہم ایک طرف لے جائے جا رہے ہیں۔
روزانہ ۵۰ سے ۶۰ سمندری میل ہم طے کر لیتے تھے۔
.... ہمیں کسی وقت بھی دقت محسوس نہیں ہوئی کہ
پانی اور خوراک کہاں سے دستیاب ہوگی۔ اگرچہ
ہمارے پاس "فوجی خوراک کے ڈبے" بند پڑے
تھے لیکن ہر روز کوئی نہ کوئی مچھلی تختہ پر آن گرتی۔
بارش سے اکٹھے کئے ہوئے پانی میں ہم ۳۰ فیصدی
سمندری نمکین پانی ملا لیتے۔ ہماری صحت پر کوئی
ناگوار اثر نہیں پڑا۔ ہم نے اپنے تختہ کے پیچھے ایک
باریک جال بھی لگایا ہوا تھا جس میں سینکڑوں قسم کی
چھوٹی چھوٹی مچھلیاں، کیکڑے، گھونگھے پھنس جاتے۔
ان کا گوشت نہایت لذیذ ہوتا۔ سمندر میں انسانی
خوراک کا لامتناہی ذخیرہ موجود ہے۔ اور ہم یہ جاننے
سے قاصر ہے کہ انکی اتنی وافر تعداد ہمارے تختے کے
آس پاس کیوں جمع ہو جاتی؟ بلکہ ہم نے دیکھا کہ ایک
عرصہ کے بعد خود ہماری کشتی کے کناروں پر سمندری
گھاس اور بیلیں اُگ آئی ہیں جو کھانے میں بڑی
مزیدار تھیں اور کاٹنے پر دوبارہ اُگ آتیں۔
ہمیں اپنے باورچی کی طرف سے صرف بیس
منٹ قبل نوٹس کی ضرورت ہوتی کہ گوشت اور
سبزی حاضر ہو جاتی۔"

اسی طرح انہوں نے عجیب و غریب قسم کی مچھلیوں
اور سمندری جانوروں کا ذکر کیا ہے جن کو ان کی ضرورت
کے مطابق خدا تعالیٰ نے مختلف قسم کی آنکھیں، روشنیاں
اور اعضاء دیئے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ:۔

"ایک قسم کی مچھلی اپنے بدن سے اس
زور سے پانی خارج کرتی تھی کہ جیٹ طیارے
کے اصول پر ساٹھ گز تک ہوا میں اڑنے
لگتی۔ چونکہ ہم بڑی آہستگی سے سفر
طے کر رہے تھے اس لئے سمندری مخلوق
کی موجودگی میں بہت کچھ واقفیت بلکہ
ایک قسم کا "ساتھ" محسوس ہونے لگ گیا
تھا کئی مچھلیاں میلوں تک ہمارے ساتھ ساتھ
چلتی تھیں۔ یہاں تک کہ ہم ان کی شکل وصورت
اور عادات سے واقف ہو گئے تھے۔ یہ
حیرت انگیز مشاہدہ اس لئے ہوا کہ ہمارا
تختہ سُست رو تھا ورنہ موجودہ زمانہ
کے تیز رفتار اور قلعہ نما سمندری جہازوں
پر سفر کرنے والے انجنوں اور مشینوں
کے شور میں بھلا کیا دیکھ سکتے ہیں۔"

ان کا یہ سفر ۲۹ر اپریل ۱۹۴۷ء کو شروع ہوا
اور چار ماہ کے بعد اگست میں جا کر وہ منزل مقصود چار ہزار
میل پر پہنچ گئے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ

اپنی کتاب "براہین احمدیہ" حصہ چہارم میں فرماتے ہیں:-

"صراطِ مستقیم فقط دینِ اسلام ہے۔ اور اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبیؐ اور ایک ہی کتاب ہے یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو اعلیٰ اور افضل سب نبیوں سے اور اتم اور اکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر الناس ہیں۔ جن کی پیروی سے خدا ملتا ہے اور ظلماتی پردے اُٹھتے ہیں۔ اور اس جہان میں سچی نجات کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ اور قرآن شریف سچی اور کامل ہدایتوں اور تاثیروں پر مشتمل ہے جس کے ذریعے حقانی علوم اور معارف حاصل ہوتے ہیں اور بشری آلودگیوں سے دل پاک ہوتا ہے۔ اور انسان جہل اور غفلت اور شبہات کے حجابوں سے نجات پاکر حق الیقین کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔"

ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپا